سلطان الہند

محمد شاہ بن تغلق

مصنفہ

پروفیسر آغا مہدی حسین ، ایم-اے ، پی ، ایچ-ڈی ، ڈی-لٹ

ہسٹری ڈیپارٹمنٹ ، اگرہ کالج ، آگرہ -

الہ آباد :

ہندستانی اکیڈیمی ، یو - پی

۱۹۳۷

سلطان الهند
محمد شاه بن تغلق

سلطان الہند

محمد شاہ بن تغلق

مصنفہ

پروفیسر آغا مہدی حسین ، ایم-اے ، پی ، ایچ-ڈی ، ڈی-لٹ
ہسٹری ڈیپارٹمنٹ ، اگرہ کالج ، آگرہ -

الہ آباد :
ہندستانی اکیڈیمی ، یو - پی
۱۹۳۷

فہرست مضامین

صفحہ

نقشے

تصویریں

دیباچہ

دسمبر سنہ ۱۹۲۹ع میں ہندوستانی اکیڈیمی کے قابل قدر اور نامور سکریٹری ڈاکٹر تارا چند صاحب کا ایک خط مجھے ملا جس سے معلوم ہوا کہ ہندوستانی اکیڈیمی کی ایکزیکیوٹو کونسل (Executive Council) نے سلطان محمد کی تاریخ اردو میں لکھنے کے لئے مجھ جیسے گمنام کو منتخب کیا ہے - میں نے شکریہ کے ساتھ اس خط کی رسید لکھ دی - پھر باہمی خط کتابت شروع ہوئی جس کا سلسلہ تقریباً دو مہینے رہا - فروری سنہ ۱۹۳۰ع میں میلے کتاب لکھنے کا اقرار کر لیا - ایک سال کی مدت مجھے اس کام کے لئے دی گئی مگر جس وقت میں نے اس مضمون پر غور کرنا شروع کیا تو میرے دل میں الجھن سی پیدا ہوی - اسی اثنا میں ڈاکٹر صاحب موصوف سے ملاقات ہوی تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کتاب کتنی گہری ہونی چاہئے؟ جواب دیا "جو معلومات اس وقت سلطان محمد کی بابت ہو چکی ہیں ' وہ سب اس میں آجایں" - لیکن میرا دل نہ مانا - مجھے یہ خواہش ہوی کہ جو کچھ میری قلم سے نکلے نئے انکشافات کا مخزن ہو - یہ کام آسان نہ تھا - خاص کر عدیم‌الفرصتی میں ' کالج کی پابندی میں ' فرض منصبی کی ادائیگی میں ' صرف بڑی چھٹیوں کا زمانہ ملا جس میں معلومات کی غرض سے میں نے سفر کیا - اور سنہ ۱۹۳۰ع کی گرمیاں میں نے سفر ہی میں گزاریں - دھلی - علی‌گڑھ اور الہ‌آباد کے کتب خانوں سے مجھے مدد ملی - تاریخ مبارک شاھی کا قلمی نسخہ ملا - مسالک‌الابصار کی عکسی تصویر ملی اور بھی کئی چیزیں دستیاب ہوئیں - جن میں سے ضیاالدین برنی کی تاریخ برامکہ ' راے بہادر گوری شنکر اوجھا کا راجپوتانے کا اتہاس سیاست نامے کا فرانسیسی ترجمہ اور قصاید بدرچاچی राजपूताने का इतहास کی شرح قابل ذکر ہیں -

پریانواں ضلع پرتاب گڑھ کے رئیس اور محقق خان بہادر جناب علامہ نواب احمد حسین صاحب مذاق او - بی - ای کے کتب خانے سے طلسم ہند - سیرالاولیا اور سفر نامہ ابن بطوطہ مترجمہ مولوی محمد حسین کے نسخے ملے -

رحلہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ مصر میں نے بمبئی سے منگایا - سکّوں کو میں نے دهلی کے عجائب خانے میں دیکھا اور ایڈورڈ ٹامس کی کتاب Chronicles of Pathan King کا بهي مطالعہ کیا -

میں نے اگست ۱۹۳۰ع میں یہ کتاب لکھنی شروع کی تھی - لیکن کالج كي مصروفیتوں کے سبب کئی کئی هفتے ایسے گزر جاتے کہ قلم اتهانا تو کیسا ؟ میں اس کا خیال بھی دل میں نہ لا سکتا تھا - مگر جب کبھی وقت ملتا میں لکھنے هی میں صرف کرتا - یوں هی ایک سال سے زیادہ گزر گیا اور کتاب ختم نہ هوئی - جوں جوں وقت زیادہ هوتا جاتا مجھے میعاد کے گزر جانے کا خوف بڑھتا جاتا - اور ساتھ هی ضخامت کا اندیشہ هوتا - لیکن میں نے جو کچھ لکھا هے مختصر لکھا هے - اور سلطان محمد كي زندگی کے حالات هی نہیں لکھے بلکہ اس کے عہد کي تاریخ لکھی هے ' اس کا نظام سلطنت لکھا هے ' اس کے زمانے کی یادگاروں اور عمارتوں کا حال لکھا هے ' اس کے دور کی تہذیب و معاشرت لکھی هے -

زبان کو میں نے حتی الامکان بامحاورہ اور عام فہم بنانے کی کوشش کی هے - مشکل اور غیر معروف عربی اور فارسی الفاظ کی بجاے روزمرہ کی بول چال کے آسان آسان الفاظ سے کام لیا هے -

ناظرین سے میری استدعا هے کہ اگر مجھ سے کوئي غلطی هو گئی هو تو در گذر فرمائیں اور مجھے اپني بیش بہا معلومات اور زرّیں رایوں سے محروم نہ رکھیں - خدا کرے میری یہ خدمت قبول هو ! -

تاریخ کا فدای

مہدی حسین

آگرہ کالج ' آگرہ - ۹ مارچ سنہ ۱۹۳۲ع

یہ کتاب ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۳۲ع کو هندوستانی اکیڈیمی کے دفتر میں پہونچی - وهاں مہینہ بھر تک اس کي جانچ کی گئی - ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۳۲ع کو ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھے اطلاع دي کہ مضامین نئے هیں اور بڑی محنت سے لکھے گئے هیں ' مگر طوالني هیں - اور اس بنا پر کہ مختصر کر دیا جائے کتاب واپس کر دی - کتاب جب تک قریب قریب دوبارہ نہ لکھي

جائے مختصر نہ ہو سکتی تھی ورنہ مضمون بالکل خبط ہو جاتا - مجبوراً میں نے پھر لکھا - جس سے کتاب کی صورت بدل گئی - پہلے اُس میں چودہ باب تھے - اب بجائے چودہ کے آٹھ رہ گئے - لیکن دلچسپ اتنی ہی ہے -

خدا کرے پسند خاطر ہو

مہدی حسین

۲۲ نومبر سنہ ۱۹۳۲ع -

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

چوتھا باب

بادشاہت

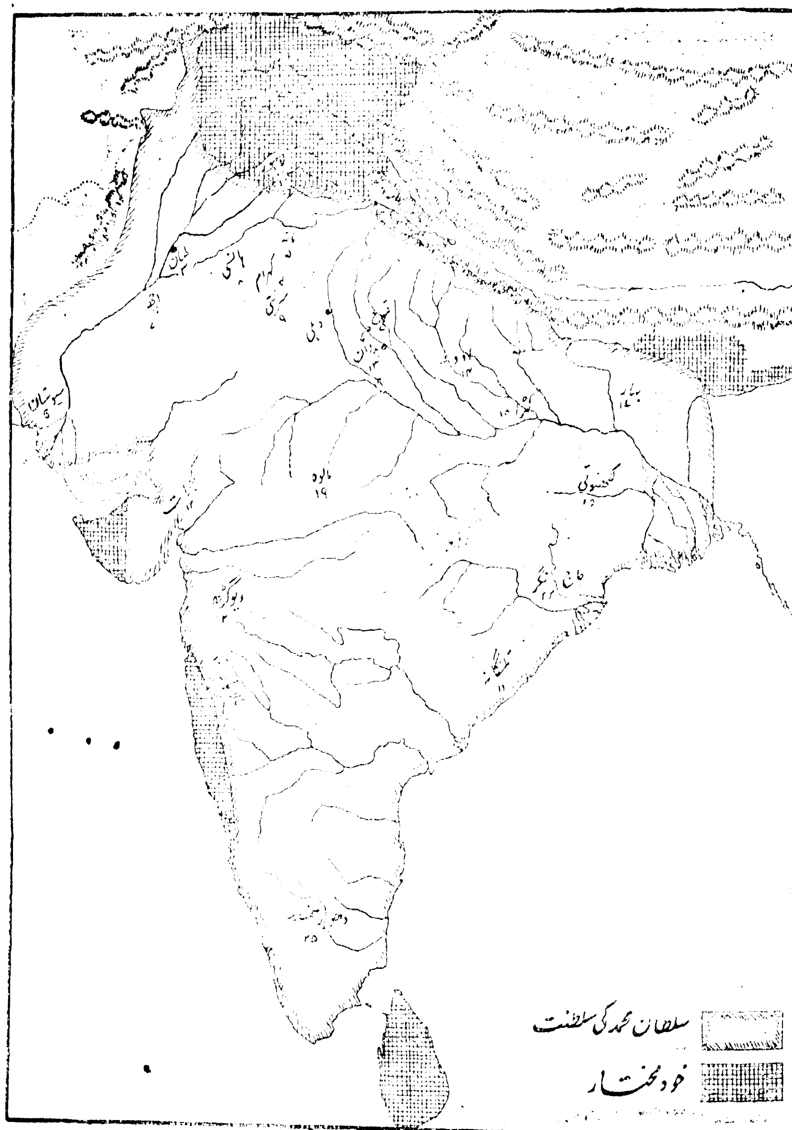
سلطان محمد تھا بڑے نصیبے والا - اس کو باپ کی طرف سے اتنی بڑی اور ایسی نایاب وراثت ملی کہ جہانگیر اور شاہ جہاں کو بھی نصیب نہ ہوئی' خزانہ ایسا بھرپور ملا جس کی کچھ انتہا نہیں - تاریخ کی کسی کتاب سے اُن رقموں کا جو سلطان غیاث‌الدین تغلق نے خزانے میں چھوڑیں تھیں اندازہ نہیں ہوسکتا - اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان غیاث‌الدین تغلق نے سونا چاندی بہت جمع کیا تھا - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ " تغلق‌آباد میں سلطان غیاث‌الدین تغلق کا خزانہ اور محل میں نے دیکھا - محل بہت بڑا تھا اور اس کی اینٹوں پر سونا چڑھا ہوا تھا - جس وقت سورج نکلتا تھا اس وقت سونے کی دمک سے کوئی شخص محل کی طرف آنکھ جما کر نہیں دیکھ سکتا تھا - اُس میں سلطان غیاث‌الدین تغلق نے بہت سامان جمع کر رکھا تھا ' کہتے ہیں کہ سلطان نے اُس میں ایک حوض بنوایا تھا جس میں سونا پگھلا کر بھروا دیا تھا - سونا جم‌کر ایک ڈلا ہوگیا تھا " - غرض سلطان محمد کو وراثت میں بےشمار دولت ملی تھی جس کی تائید تاریخ فیروز شاہی سے ہوتی ہے - اس دولت کے علاوہ جو ملک ملا وہ بھی لق و دق تھا - اگر یہ کہا جائے کہ جتنی بڑی اور جتنی وسیع سلطنت اورنگ‌زیب کو نہیں ملی تو غلط نہ ہوگا - اس لئے کہ اورنگ‌زیب کو جو سلطنت ورثے میں ملی اس کی جنوبی حد احمد نگر تک تھی - برخلاف اس کے سلطان محمد کی سلطنت انتہاے جنوب تک پھیلی ہوئی تھی - البتہ اورنگ‌زیب کی طرح سلطان محمد کی سلطنت میں نہ کشمیر شامل تھا اور نہ سندھ کے اس پار کا علاقہ - مغلیہ بادشاہوں کے پاس اورنگ‌زیب کے زمانے تک غزنی اور کابل کے علاقے تھے جن پر سلطان محمد کا قبضہ نہ تھا - اس زمانے میں ان علاقوں پر چنگیز خانی مغل حکمراں تھے - مگر کشمیر

اور افغانستان کو چھوڑ کر سلطان محمد کی سلطنت میں قریب قریب کل ہندوستان شامل تھا جس کا شمال مشرقی کنارہ کوھستان ھمالیہ تک چلا گیا تھا اور شمال مغربی دریاے سندھ تک - مشرق اور مغرب میں اس کی سرحدیں سمندر سے ملی ہوئی تھیں - جنوب میں اس کا سلسلہ راس کماري تک اور شمال میں کشمیر تک پہونچا ہوا تھا البتہ مشرقی اور مغربي گھاٹوں پر چند بندرگاھیں سنداپور ' ھنور ' منجور ' جرافتن ' دلیفتن ' فندرینہ ' کالی کٹ اور پٹن آزاد تھیں - لیکن یہ سب کی سب سلطان محمد کی عظمت و جلالت سے سہمی ہوئی تھیں اور اس کو ایک زبردست اور عظیم‌الشان بادشاہ تسلیم کرتی تھیں - اس بات کي تائید ابن بطوطہ سے ہوتی ھے اور ابو صفا عمر سے بھی - ابو صفا عمر نے اپنی آنکھوں سے سلطان محمد کا زمانہ دیکھا تھا - وہ لکھتا ھے کہ " آج سلطان محمد کی یہ شان ھے کہ اس کا حکم سارے ہندوستان پر جاري ھے ' وہ خشکی و تري کا مالک ھے ' وہ سچ مچ سلطان‌الہند ھے ' سلطنت میں اس کا کوئی حریف باقی نہیں " -

سلطان محمد کی اس وسیع سلطنت میں ضیاالدین برنی کے نزدیک بارہ صوبے تھے - (۱) ہندوستان (۲) گجرات (۳) مالوہ (۴) مہاراشٹر (۵) تلنگانہ (۶) کنپیلہ (۷) دھور سمدر (۸) معبر (۹) لکھنوتی (۱۰) ستگانوں (۱۱) سنار گاؤں (۱۲) ترھت ' لیکن مسالک‌الابصار میں اودہ کے رئیس سراج‌الدین ابوالفتح عمر کی زبانی تیئیس صوبے لکھے ھیں : (۱) دھلی (۲) دیوگیر (۳) ملتان (۴) کہرام (۵) سامانہ (۶) سیوستان (۷) اچھہ (۸) ھانسی (۹) سرستی (۱۰) مالابار (۱۱) تلنگانہ (۱۲) گجرات (۱۳) بدایوں (۱۴) اودہ (۱۵) قنوج (۱۶) لکھنوتی (۱۷) بہار (۱۸) کڑہ (۱۹) مالوہ (۲۰) لاھور (۲۱) کلانور (۲۲) جاج نگر (۲۳) دوار سمدر - ان کے علاوہ ابن بطوطہ نے معبر کا صوبہ اور لکھا ھے -

معبر دکن کے مشرقی ساحل پر اُس قطعے کا نام تھا جو آج کل کورومنڈل (Coromandal) اور کرناٹک کہلاتا ھے - بعضوں کو معبر پر مالابار کا شبہہ ہوا ھے - انھوں نے معبر اور مالابار کو ایک ھی صوبہ سمجھا ھے مگر اصل یہ ھے کہ معبر اور مالابار سلطان محمد کی سلطنت کے الگ الگ حصے تھے - سر تامس ھالڈچ (Sir Thomas Holdich) نے لکھا ھے کہ " آٹھویں صدي سے

سلطان محمد کی سلطنت ابتدا میں



لے کر گیارھویں صدی عیسوی تک عرب سمندر کے اور کل تجارتی راستوں کے مالک تھے - جس زمانے ان کا تسلّط هندوستان کے شمال میں سیستان اور افغانستان پر ھوا اُسی زمانے ان کا اقتدار جنوبی ھندوستان کے ساحلوں پر بھی قائم ھو گیا تھا - وہ جنوبی ھند کے مغربی ساحل کو ملیبار اور مشرقی ساحل کو معبر کہا کرتے تھے - معبر کے معنی گھاٹ کے ھیں - عربوں نے گھاٹ کا ترجمہ معبر کیا ھے '' -

یہ ثابت ھوگیا کہ معبر اور چیز ھے اور مالابار اور ' لیکن یہ نہیں کھُلا کہ معبر اور کرناٹک میں کیا فرق ھے ؟ اور معبر کی حد کہاں سے کہاں تک ھے اور مالابار کی کہاں سے کہاں تک ؟ قدیم زمانے میں ھندوستان کے مشرقی ساحل کو جو دریائے کاویری سے پالار تک پھیلا ھوا تھا چولامنڈل کہا جاتا تھا - جب پندرھویں صدی میں پرتگیز آئے تو اسی رعایت سے وہ کاویری سے لےکر پالار تک کے ساحل کو کورومنڈل کہنے لگے - بعد میں اس ساحل کا نام کرناٹک بھی پڑ گیا مگر کرناٹک اصل میں دکن کے اس علاقے کا نام ھے جو دریاے کرشنا کے جنوب میں پہاڑوں کے درمیان واقع ھے اور جہاں کنڑی زبان بولی جاتی ھے - معبر کے باشندوں کی زبان تامل ھے - اس کے جنوب مشرق میں معبر اور جنوب مغرب میں ملیبار کے ساحل واقع ھیں اور درمیان میں دراویڈیوں کا ملک ھے جو تامل کنڑی کہلاتا ھے ' اسی میں معبر کا علاقہ بھی شامل ھے - ابوالفدا نے لکھا ھے کہ '' معبر اور مالابار کو راس کماری جدا کرتی ھے یعنی راس کماری پر مالابار کی حد ختم ھوتی ھے اور وھاں سے معبر شروع ھوجاتا ھے ' جس کا سلسلہ نیلور سے جا ملا ھے '' - عبدالله بن فضل الله وصّاف کی بھی یہی تحقیق ھے - اسلے لکھا ھے کہ '' معبر کولم سے شروع ھوکر نیلور پر ختم ھوتا ھے '' -

اس وسیع سلطنت پر سلطان محمد نے نام کو تو پچیس برس بادشاھت کی لیکن اصل میں صرف دس سال '(اس لئے کہ دسویں سال معبر خود مختار ھوگیا اور پھر سلطنتِ دھلی میں شامل نہ ھوا - اس وقت سے سلطنت گھٹتی ھی گئی اور باقی پندرہ سال بڑی کشمکش میں گذرے - سلطان محمد کا انتقال ھوا تو آدھی کے قریب سلطنت ھاتھ سے نکل چکی تھی) سارا دکن خود مختار تھا ' وجیا نگر کو بساکر بکا राय اور ھری ھر

वरंगल نے اپنی راجدھانی بنا لیا تھا - حسن گنگو بہمنی نے گلبرگہ میں بہمنی سلطنت کی بنیاد قائم کر دی تھی ' اڑیسہ میں سلطان محمد کا فتح کیا ہوا علاقہ جاج نگر آزاد ہوگیا تھا ' گجرات میں بادشاہ کی بڑی مخالفت ہو رہی تھی اور باغیوں نے ایک آگ سی لگا دی تھی جس کے شعلے دکن سے لےکر سندھ تک بھڑک رہے تھے - ان بغاوتوں نے بادشاہ کے پچیس سالہ عہد حکومت کو دو بڑے حصوں میں منقسم کر دیا (ایک حصہ دس سالہ ہے اور دوسرا پندرہ سالہ - پہلے دس سال میں سلطان محمد کا ستارہ عروج پر تھا اور اقبال اس کے ساتھ ساتھ تھا ' ملک میں امن چین تھا ' بس قحط کی ایک آسمانی بلا ایسی تھی جس سے یہ زمانہ بھی نہ بچا - جب ہی سے صورت بدلنے لگی - اقبال نے پشت پھیرنی شروع کی اور اِدبار شروع ہوگیا -)

مورّخوں کا اتفاق ہے کہ شروع شروع میں سلطان محمد ہر دل عزیز تھا ضیاالدین برنی نے لکھا ہے کہ سلطان " محمد کی بادشاہت شروع ہوتے ہی اسلام کا بول بالا ہو گیا - اول اول چالیس دن تک سلطان تغلق آباد میں رہا - جہاں وہ پہلی بار تخت نشین ہوا - بعد میں تغلق آباد سے نکل کر دھلی کے اندر آگیا - دھلی قدیم زمانے سے پایۂ تخت چلا آتا تھا - وہاں پہونچ کر دوبارہ تخت نشین ہوا اور نیک فال سمجھ کر اس تخت پر بیٹھا جس پر اس وقت تک بادشاہ بیٹھتے چلے آتے تھے - شاہی سواری پہونچنے سے پہلے شہر کو خوب سجایا گیا ' جا بجا قبّے بنائے گئے ' بازاروں میں گلی کوچوں میں بیش قیمت رنگیلے اور زردوزی کپڑے بچھائے گئے ' شادیانے بجائے گئے ' بادشاہ نے حکم دے دیا تھا کہ جب ہماری سواری شہر میں داخل ہو تو اس پر سونے چاندی کی نچھاور کی جائے - سرکاری افسر جو شاہی سواری کے ساتھ ساتھ چلیں قدم قدم پر اشرفیوں اور روپیوں کی مٹھیاں بھر بھر کر نچھاور کرتے جائیں ' کچھ تو زمین پر بکھرتے رہیں ' کچھ محلے محلے مکانوں کی چھتوں پر پھینکتے جائیں اور کچھ تماشائیوں کی گودوں میں ڈال دیں - حکم کی تعمیل کی گئی - ادھر بادشاہ کی سواری بداوں دروازے سے گزر کر محل سرا میں پہونچی - اُدھر سلطنت کے اراکین نے جو ہاتھیوں پر سوار شاہی سواری کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اشرفیوں اور روپیوں سے مٹھیاں بھر بھر کر پھینکنی شروع کر دیں - ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ سونے چاندی کا مینہ برس رہا ہے - سب آدمی بڈھے ہوں یا بچّے ' جوان ہوں یا ادھیڑ ' آزاد ہوں یا غلام ' مسلمان ہوں یا ہندو ' دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہے تھے ' بادشاہ کو دعائیں دیتے جاتے تھے اور اسکی تعریف کے گیت گاتے جاتے تھے - اسوقت کا سما دیکھنے کے قابل تھا - شہر کیا تھا ایک چمن تھا جس کی زمین چاروں طرف سے زرد اور سفید پھول اگل رہی تھی - آسمان سے بھی پھول برس رہے تھے اور زمین پر بھی رنگ برنگ کے غنچے کھل رہے تھے - کلیاں چٹک رہی تھیں - ایسی بخششیں تو کسی بادشاہ کے عہد میں آج تک نہ ہوئی تھیں - اس کی بدولت غریب اور محتاج ہمیشہ کے لئے دولت مند ہوگئے ' اور بڈھے نئے سرے سے جوانی کا دم بھرنے لگے - نا امیدوں کو پھر امیدوں کا سبز باغ نظر آنے لگا - زندگی جو بے لطف ہوگئی تھی پھر مزا دینے لگی - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین تو زمین آسمان بھی اس امڈتی ہوئی دولت کے نشے میں جھوم رہا ہے - دھلی کا وہ کونسا گھر تھا جس میں بادشاہ کے آنے کی خوشیاں نہ منائی گئیں ہوں - جس میں ڈھولک نہ کھڑکی ہو ' اور دف نہ بجا ہو - اور وہ کونسا مقام تھا جس کے رہنے والوں نے مرد ہوں تو عورتیں ہوں تو بادشاہ کے جینے کی دعایں نہ کی ہوں " -

تخت نشینی کے روز سلطان محمد نے ملکی اور فوجی عہدوں پر نئے نئے تقرر کئے ' اور نئے عہدے داروں کو خطاب بھی دیئے - اپنے چچازاد بھائی ملک فیروز کو نائب باربک بنا یا - ملک بیدار خلجی کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کیا اور قدر خاں کا خطاب دیا - قوام الدین قتلغ خاں کو وکیلدر بنایا - ملک مقبول کو سلطنت کا وزیر مقرر کیا اور عمادالملک کا خطاب دیا - احمد بن ایاز کو گجرات کا سپہ سالار بنایا ' اور خواجہ جہاں کا خطاب دیا - ملک مقبل کو گجرات کا حاکم بنایا ' اور خاں جہاں کا خطاب دیا - قتلغ خاں کے بیٹے محمد کو گجرات کے صوبے میں جاگیر دار بنایا ' اور ملک شہاب‌الدین ایاز خاں کو نوساری میں جاگیر بخشی - محمد بن قتلغ خاں کو الپ خاں کا خطاب دیا ' اور ملک شہاب‌الدین کو ملک‌التجار کا - ملک خرّم کو ظہیرالجیوش کا خطاب دیا ' اور ملک عزالدین کو اعظم‌الملک کا - ستگانوں کے چند پرگنے بھی اس کے حوالے [۱] کئے -

[۱]—سفر نامے میں لکھا ھے کہ جلوس کے پہلے ھی سال سلطان محمد نے غیاث‌الدین بہادر کو جسے سلطان تغلق شاہ بنگال سے قید کر کے لایا تھا اور جو اس وقت تک دھلی میں قید تھا

سلطان محمد نے بھائیوں کے ساتھ بھی نیک سلوک کیا - بڑی عطا و سخا کی - علاوہ ملک فیروز کے جو چچا زاد بھائی تھا ' سلطان محمد کے سات بھائی تھے - بہرام خاں ' ظفر خاں ' نصرت خاں ' محمود خاں' مبارک خاں اور مسعود خاں - محمود خاں' ظفر خاں اور نصرت خاں کا انتقال ہوچکا تھا - بہرام خاں کو سلطان محمد نے بنگال میں حکومت بخشی اور مبارک خاں کو دیوان عدالت کا سردار بنایا ' ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ " مسعود خاں پر سلطان محمد کو بغاوت کا شبہہ ہوگیا تھا - جب اُس نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا تو سلطان نے اس کے قتل کا حکم دے دیا " - لیکن یہ قتل تخت نشینی سے تقریباً بارہ سال بعد ہوا - سفر نامے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے پہلے مسعود خاں پایہ تخت دہلی میں کسی بڑے عہدے پر مامور تھا - وہاں اس کی اتنی جمیعت اور شان تھی کہ اس کو بغاوت کی سوجھ گئی - سلطنت کی آزادی کی اور خود مختاری کی امنگیں دل میں اسی وقت پیدا ہوسکتی ہیں جبکہ جمیعت بھی ہو ' اور سرمایہ بھی - یہ دونوں باتیں مسعود خاں کو حاصل تھیں - جب ہی اس نے سرکشی کی ٹھانی اور بغاوت کے منصوبے باندھے -

ملک فیروز پر بھی سلطان محمد بے حد مہربان تھا - پہلے تو اس کو ملک بنایا - پھر نائب باربک اور پھر باربک - وہ ہر ممکن طریقے سے اس کا خیال رکھتا ' اسکو ترقی کے موقع دیتا ' اور دل سے اس کی بہتری چاہتا تھا - ملک فیروز بھی اپنی اہلیت کا ثبوت دیتا رہا - نائب باربک کی حیثیت میں اس نے اپنی قابلیت دکھائی ' اور اپنے فرائض منصبی کو بہترین طریقے سے ادا کیا تو سلطان محمد نے اسے باربک بنا دیا - اور جب وہ اس عہدے کا بھی اہل ثابت ہوگیا تو سلطان نے اسے عدالت خاص کا سردار مقرر کردیا - پھر دہلی میں اپنی نیابت پر مقرر کرکے خود گجرات اور سندھ کی مہموں پر چلا گیا جن سے اس کو واپس آنا نصیب نہ ہوا - غرض سلطان محمد آخر وقت تک ملک فیروز پر عنایتیں کرتا رہا -

---

رہا کر دیا - اور رہا ہی نہیں کیا بلکہ اس کو سنار گاؤں کا حاکم بھی بنا دیا - اتنی احتیاط کی کہ اپنے سوتیلے بھائی بہرام خاں کو اس کا نگہبان بنا کر اس کے ساتھ ساتھ کر دیا ' اور اسی غرض سے بہرام خاں کو لکھنوتی کا حاکم بنایا -

جو بادشاہ اپنے چچا کے بیٹے پر اتنا مہربان ہو کہ اول سے آخر تک اس کا خیال رکھے ، اُسپر نوازشیں کرتا رہے ، اس کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کرے اور اس کا مرتبہ بھی بڑھاتا رہے ، کیوں کر ممکن ہے کہ وہ اپنے باپ کی نشانیوں اور ماںجائیوں پر سختی کرے - اور ان پر بجاے مہربان ہونے کے قہربان ہو - جو وجہ ان بھائیوں کے حق میں قہر کرنے کی ہو سکتی تھی بعینہ وہی ملک فیروز میں بھی موجود تھی - اگر مبارک خاں اور بہرام خاں تخت و تاج کے دعویدار ہوسکتے تھے اور سلطان محمد کے حریف بن سکتے تھے تو ملک فیروز بھی یقیناً سلطان محمد کا حریف اور بڑا زبردست حریف تھا - یہیں سے ثابت ہے کہ اس قسم کا خیال سلطان محمد کے دل میں ہرگز نہ تھا - اتنی بات ضرور تھی کہ بھائیوں پر سلطان محمد کی داد و دہش ان کی اہلیت کے مطابق تھی - اُس نے اپنے کسی بھائی کو ولایت اور نیابت کا اہل نہیں پایا - اسی سبب والی اور نائب کے عہدے اس نے کسی بھائی کو نہیں دیئے - ملک فیروز کو بھی نہیں دیئے - نیابت کا عہدہ اسے دیا تو بالکل آخیر میں اور اُس وقت بھی ملک قبول اور احمد ایاز کی شراکت میں -

سلطان محمد کے عہد حکومت میں بلکہ اس کے عہد کے ہر دور میں ، دس سالہ ہو یا پندرہ سالہ عجیب و غریب رنگ نظر آتے ہیں - (مورّخوں کا اتفاق ہے کہ شروع شروع میں اُس نے سلطنت کا بڑی خوبی سے انتظام کیا ہے) تاریخِ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان محمد کے حکم سے ہر صوبے کی آمدنی کا ، اور جمع و خرچ کا علیحدہ علیحدہ حساب لگایا گیا - اور ہر صوبے کے والی اور متصرف اپنے اپنے محکموں کا حساب دارالسلطنت کے دیوانِ وزارت میں بھیجنے پر مامور ہوے ، دہلی ، گجرات ، مالوے ، دیو گڑھ ، تلنگانے ، کنپیلہ ، دھور سمدر ، معبر ، ترہت ، لکھنوتی ، ستگانوں ، اور سنارگانوں کے صوبوں کا کل انتظام بڑی مضبوطی اور احتیاط سے کیا گیا - تاریخِ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شروع دور میں سلطان محمد لشکر کو درست کرنے اور صوبجات کا انتظام کرنے میں مصروف ہوا - تھوڑے سے عرصے میں اس نے سارے ملک کا بہت ہی اچھا انتظام کرلیا - دور کے صوبے ہوں یا قریب کے ، دوار سمدر ہو یا معبر ، کنپیلہ ہو یا وارنگل ، لکھنوتی ہو یا سنارگانوں بادشاہ نے سب ہی میں ایسا بندوبست کیا جیسا کہ قریب قریب کے اضلاع میں اور دہلی کی گرد و نواح میں ، کرناٹک کا علاقہ دوار سمدر تک پھیلا ہوا تھا - اس کے بعض بعض

حصّوں پر تو بادشاہ نے پورا تصرّف کرلیا - لیکن بعض حصّوں کو وہیں کے راجاوں کے حوالے کردیا - راجاوں سے ہر سال شاہی خزانے میں خراج پہونچا دینے کا وعدہ لے لیا - خراج کا روکنا کیسا ؟ کسی سرکش اور سرزور کو اتنی بھی جرأت نہ ہوسکتی تھی کہ شاہی خراج کی ایک پائی اِدھر اُدھر کرسکے - سب علاقوں کے اہل کار ' مقدم راجہ اور زمیندار اطاعت گزار بن کر مالگزاری ' محصول اور لگان ادا کیا کرتے تھے ' پایۂ تخت میں ہر طرف سے اس قدر مال آتا تھا کہ بادشاہ بے غَلّ و غش خرچ کرتا تھا اور اس پر بھی خزانے میں ذرا کمی نظر نہ آتی تھی -

تخت نشین ہوے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ گزرا تھا کہ سلطان محمد کو دو ناگوار واقعے پیش آے' تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ "سلطان محمد کی تخت نشینی کو پورے دو سال بھی نہ ہونے پاے تھے کہ ماورانہر کا حاکم داور خاں چغتائی کا بیٹا ترمہ شیریں خاں بڑی بھاری فوج لےکر ہندوستان فتح کرنے کی غرض سے آیا - لمغان اور ملتان سے ہوکر اس نے دہلی کا رخ کیا - راستے میں شہر شہر کو پامال کرتا اور ہر ایک پر اپنا قبضہ جماتا چلاگیا - جب بڑھتے بڑھتے دہلی پر جا چڑھا تو سلطان محمد نے اس سے لڑنا مناسب نہ سمجھا - خوشامد کرنے لگا اور بڑے بڑے اُمیروں کو بیچ میں ڈال کر ترمہ شیریں سے صلح کرلی - صلح کرنے میں بہت مال صرف کیا - جس قدر دولت ترمہ شیریں نے طلب کی اسی قدر سلطان محمد کو دینی پڑی گویا یہ قیمت تھی جسکی عوض اُس نے اپنی سلطنت ترمہ شیریں سے پھر خریدی - ترمہ شیریں کو منھ مانگی دولت مل گئی تو ماسع نے اپنا لشکر اٹھا لیا اور واپس چلا گیا ' مگر چلتے چلتے راستے میں لُوٹ [۱] مار کرتا گیا - گجرات میں پہونچا تو وہاں بھی لُوٹ مار مچائی - ایک عالم کے پاس کچھ مال دیکھا تو اُسے چھین لیا اور بہت سے گجراتیوں کو قیدی بنا لیا " - فرشتہ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان محمد کمزور اور بزدل تھا - لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ وہ بڑا

---

[۱]—ملفوظات تیموری میں جو ترمہ شیریں کا ذکر ہے وہ غالباً اسی بنا پر ہے - ترمہ شیرین کی لوٹ مار اس قدر زبان زد خلائق ہوگئی تھی کہ جب تیمور نے میرٹھ پر چڑھائی کی تو میرٹھ والوں نے بات بنائی اور کہدیا کہ یہ قلعہ ترمہ شیریں بھی فتح نہ کرسکا تھا - اِس فقرے سے ہمارے بھی بیان کی تائید ہوتی ہے - ترمہ شیریں کا باقاعدہ حملہ کرنا ثابت نہیں ہوتا -

دلیر ' نڈر اور جانباز تھا - ترمہ شیرین ہندوستان پر حملہ کرنے کی غرض سے نہ آیا تھا - وہ تو پناہ لینے آیا تھا - مدد کا خواستگار ہوکر آیا تھا - جنگ تو اُس سے کی جاتی ہے جو جنگ کے لئے آے - ترمہ شیریں مہمان بن‌کر آیا تھا - فرشتہ کا یہ بیان کہ " ترمہ شیرین لمغان اور ملتان سے لوٹ مار کرتا ہوا دہلی تک پہونچا " بالکل غلط ہے ملتان میں اس وقت بہرام ایبہ کشلو خاں جیسا بہادر اور تجربہ کار سپہ‌سالار موجود تھا - کیا وہ بھی ترمہ شیریں سے خوف کھا گیا ؟ اور مقابلے کو نہ نکل سکا ؟ جن لوگوں کو سلطان محمد پر بزدلی اور کمزوری کا شبہہ ہے ان کی ذہنیت پر تعجّب ہے - وہ اسی سپوت غازی کا پوت تھا جس نے لڑ لڑ کر مغلوں کے دانت - کھتّے کردئے تھے ' اسی کی گود میں اُس نے پرورش پائی تھی اور اسی کے سائے میں بڑھا اور پلا تھا - اُس نے تو کبھی کسی دشمن کو اپنی تلوار کا مزا چکھائے بغیر نہ چھوڑا - ترمہ شیریں کے سامنے وہ کیوں کر ہتھیار ڈال دیتا ؟

سلطان محمد نے ترمہ شیریں کے ساتھ دوستوں کا سا برتاو کیا - ترمہ شیریں نے بھی دوستی کا ثبوت دیا - سلطان محمد تک ایران و خراسان کے مغلوں کی خبریں پہنچائیں - جن کی بدولت سلطان نے ان ملکوں کی فتوحات کے منصوبے باندھے - ماوراالنہر پہونچ کر ترمہ شیریں نے اپنے داماد امیر نوروز کو بہت سے مغلیہ سرداروں کے ساتھ سلطان کے دربار میں بھیج دیا - امیر نوروز اور اس کے ساتھی دہلی پہونچ کر شاہی فوج میں شامل ہوگئے ' معلوم ہوتا ہے کہ اسی دن سے دہلی اور غزنی کا اتحاد قائم ہوگیا - ضیاالدین برنی نے اس بات کی بار بار شکایت کی ہے کہ " بادشاہ ہندوستان کے باہر غزنی میں دولت بھیجتا ہے " - شیخ ابو بکر بن خلّال بزّی صوفی کا بیان [۱] ہے کہ " سلطان محمد نے چند آدمیوں کو تین لاکھ سونے کے سکّے دےکر ماورالنہر کی طرف بھیجا - اُن آدمیوں میں میں بھی شامل تھا ... " - اگر ماورالنہر کے مغلوں سے سلطان کا اتحاد نہ ہوتا تو وہ اپنی دولت وہاں ہرگز نہ بھیجتا - اگر ترمہ شیریں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہوتا اور دہلی کی سلطنت کو نقصان پہونچایا ہوتا تو سلطان محمد اسے بھولنے والا نہ تھا - موقع پاکر بجائے خراسان کے سمرقند ہی

---

[۱] ـــ مالک الابصار ملاحظہ ہو -

پر حملہ کرنے کی ٹھان لیتا - اُسی کو پامال کرتا اور وہاں کے آدمیوں پر ہرگز رحم نہ کرتا - مگر رحم کیسا وہ تو ان پر برابر مہربانیاں کرتا رہا - ایسا نیک سلوک تو صرف اُس ملک کے ساتھ کیا جاتا ہے جس سے کوئی عداوت نہ ہو - عداوت کی صورت میں نیکیاں اور احسانات ناممکن ہیں - خراسان سے ہندوستان آتے ہوئے بخارا میں ابن بطوطہ ترمہ شیریں سے ملا تھا اور اس کے ساتھ رہا بھی تھا - اُس کی بابت جو کچھ ابن بطوطہ معلوم کرسکا وہ اس نے سفر نامے میں لکھدیا - لیکن اُس نے ترمہ شیریں کے حملے کی بابت ایک حرف بھی نہیں لکھا - حملہ کیسا ؟ اُس نے تو یہ لکھا ہے کہ چغتائی مغلوں کے اور ہندوستان کے قرونہ ترکوں کے درمیان مصالحت اور اتحاد ہے -

ضیاالدین برنی نے یہ واقعہ نہیں لکھا - لیکن اُس نے سلطان محمد کے دربار میں کثرت سے مغلوں کا آنا لکھا ہے - ترمہ شیریں بھی انھیں میں شامل تھا - ضیاالدین برنی نے سلطان محمد کی تاریخ بڑے اختصار سے لکھی ہے - صرف مشہور مشہور واقعات کا ذکر کیا ہے ' اور ان کے بھی اسباب بیان نہیں کئے اور نہ کا پتہ نہیں دیا - ترمہ شیریں کا آنا ایک پیچیدہ مضمون تھا ' جس کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت تھی - اس سبب نظرانداز کر گیا - اس کے نظرانداز کردینے سے نہ ضیاالدین برنی کے مقصد میں کوئی کمی واقع ہوئی نہ تاریخ فیروزشاہی میں نقص آیا - تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ضیاالدین برنی نے یہ واقعہ سلطان فیروز شاہ کے خیال سے نہیں لکھا - لیکن یہ بات قابل قبول نہیں - تاریخ فیروز شاہی میں ضیاالدین برنی نے سلطان محمد کے عیوب ایک ایک کرکے بیان کئے ہیں اور اس کی بےرحمیاں دل کھول کر لکھی ہیں - ترمہ شیریں کے متعلق ایک بات بھی ایسی نہ تھی جس کا چھپانا لازمی ہوتا - اُس نے تو غزنی کے قریب ایلخانی مغلوں سے شکست کھائی تھی اور شکست کھا کر سیدھا ہندوستان چلا آیا تھا -

ترمہ شیریں چلا گیا تو سلطان محمد کو ایک بغاوت کی خبر ملی - یہ بغاوت سلطان کے پھوپھی زاد بھائی بہاالدین گشتاسپ کی تھی جو ساگر میں ہوئی - سفر نامے میں لکھا ہے کہ " سلطان تغلق نے بہاالدین گشتاسپ کو کسی علاقے کا حاکم مقرر کردیا تھا ' جب اس کا ماموں مرگیا تو اس نے سلطان محمد کی بیعت سے انکار کردیا - یہ شخص بڑا بہادر تھا ' بادشاہ نے

ملک مجھر کی اور (خواجہ جہاں کی ماتحتی میں اس کی طرف ایک لشکر بھیجا) - بہاالدین نے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی - اور رائے کمپیلہ کے ملک میں بھاگ گیا - شاہی فوجوں نے بہاالدین کا تعاقب کیا اور کمپیلہ کا سختی سے محاصرہ کرلیا - جب راجہ کے پاس ذخیرہ ختم ہوگیا اور اُسے گرفتار ہو جانے کا خوف ہوا تو اس نے بہاالدین کو بلاکر کہا '' تمھارے سبب میں ہلاکت میں پڑگیا خیر - میں نے تو ٹھان لی ھے اپنی جان پر کھیل جاؤنگا اور اپنے پیاروں کو بھي قربان کردونگا بہتر ھے کہ تم دوسری ریاست میں چلے جاؤ '' یہ کہہ کر راجہ نے بہاالدین کو دوسری ریاست میں پہونچا دیا اور اپنے لئے ایک بڑی آگ جلوائی اور اپنا تمام مال و اسباب اسمیں ڈلوا دیا پھر اپنی بیٹیوں اور عورتوں سے کہا '' میں تو اب آگ میں جل کر خاک ہو جاونگا تم میں سے جس کو میری موافقت کرنی ہو کرے '' - راجہ کی تقریر سُن کر سب عورتیں مرنے پر تیار ہو گئیں - ایک ایک عورت غسل کرتی تھی اور صندل مل مل کر راجہ کے سامنے زمین چومتی اور آگ میں کود پڑتی - راجہ کے بہت سے امیر اور وزیر بھی جل کر مر گئے - پھر خود راجہ نے مرنے پر کمر باندھی ' غسل کیا ' صندل ملی اور ہتھیار باندھے - مگر زرہ نہ پہنی اور اپنے چند سپاہیوں کو لے کر بادشاہ کے لشکر پر جا پڑا - جب سب مر کھپ گئے تو کمپیلہ پر سلطان محمد کا قبضہ ہوگیا اور شاہی فوجیں اُس علاقے میں داخل ہوگئیں - بہاالدین نے جہاں پناہ لی تھی وہاں کے راجہ نے بہاالدین کو پکڑ کر شاہی لشکر کے حوالے کر دیا - بہاالدین کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں اور اسی ہیئت سے اس کو بادشاہ کے پاس بھیج دیا گیا - بادشاہ نے پہلے اُسے عورتوں میں بھجوا کر ذلیل کرایا - پھر اُس کی کھال کھچوا ڈالی اور اس میں بھوسا بھروا کر غیاث‌الدین بہادر کی کھال کے ساتھ سارے ملک میں گھمایا - بہاالدین کے گوشت کے دو حصے کئے گئے - ایک حصّہ تو چاولوں میں پکوا کر اس کے گھر بھیج دیا اور دوسرا سینی میں رکھ کر ایک ہتنی کے سامنے رکھ دیا جسے اُس نے بھی نہ کھایا '' -

ضیاالدین برنی نے بہاالدین گشتاسپ کی بغاوت کا بالکل ذکر نہیں کیا - تاریخِ مبارک شاہی میں صرف اتنا لکھا ھے کہ ('' پایہ تخت کی تبدیلي کے [۱] بعد سنہ ۷۲۷ھ کے آخر میں ملک بہاالدین گشتاسپ بخشی فوج

[۱]--سنہ ۱۳۲۶ ء -

نے ساگر میں بغاوت کي - بادشاہ نے خواجہ جہاں کو ایک بڑے لشکر کا سردار
بنا کر بہاالدین کي سرکوبی کی غرض سے روانہ کیا - جب خواجہ جہاں
وہاں پہونچا تو بہاالدین گشتاسپ اپنی جمعیت لے کر مقابلے پر آیا
اور جان توڑ کر لڑا مگر کچھ نہ بنا - مغلوب ہوگیا - ہندوؤں نے اُسے گرفتار
کر لیا - اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا - بادشاہ نے اُسے قتل کرا دیا [۱] "

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بہاالدین گشتاسپ کی لگائی ہوئی آگ
بجھ گئی تو سلطان محمد کو خیال آیا کہ بہت سے علاقے میری سلطنت
میں شامل ہیں - میرا پایہ تخت ایسی جگہ ہونا چاہئے جو سلطنت کے
بیچ میں ہو - ہر مقام سے فاصلہ برابر ہو تاکہ ہر طرف سے خبریں پایہ تخت
میں برابر پہونچا کریں - اگر کسی علاقے میں کوئی واردات ہو جائے یا کوئی
آفت آ جائے یا کوئی وبا پھیل جائے تو جلد اس کا تدارک ہو سکے - مشیروں
اور وزیروں کو ملک کے گوشے گوشے سے واقفیت تھی - انہوں نے اجین کو تجویز
کیا اور کہا کہ اجین طول و عرض کے اعتبار سے ہندوستان کے بیچ میں واقع
ہے - بکرماجیت کھتری نے بھی اسی وجہ سے اس کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا
مگر بادشاہ کی خواہش یہ تھي کہ دیو گڑھ پایہ تخت بنے - دیو گڑھ کی
طرف بادشاہ کا میلان دیکھ کر بعض وزیروں نے کہہ دیا - " دیو گڑھ ہندوستان
کے بیچ میں واقع ہے اسی کو پایہ تخت بنایا جائے " -

ضیاالدین برنی کا بیان ہے کہ " سلطان محمد نے یہ خیال کیا کہ اور
شہروں کی نسبت دیو گڑھ سلطنت کے بیچ میں ہے ' دھلی ' گجرات '
لکھنوتي ' ستگانو ' سنار گانو ' تلنگ ' معبر ' دھور سمدر اور کمپیلہ سے دیو گڑھ
تک فاصلہ قریب قریب برابر ہے - خیال کا دل میں آنا تھا کہ بغیر مشورہ
کئے اور بغیر نفع نقصان سوچے بادشاہ نے دھلی جیسے پایہ تخت کو جو ایک
سو ساٹھ یا ایک سو ستر برس میں کہیں خدا خدا کرکے آباد ہوا تھا اور
اب واقعي ایک بڑا وسیع شہر ہوگیا تھا اور بغداد اور مصر کا ہمپلہ تھا ویران
اور برباد کر دیا ' اور شہر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی سراوں کو بھی مٹا دیا
اور چار چار پانچ پانچ میل کی نواح میں جتنی بستیاں تھیں ان کا نام

---

[۱] — یحییٰ بن احمد نے غلطی کي ہے - قرینے بتاتے ہیں کہ ملک بہاالدین گشتاسپ کي
بغاوت پایہ تخت کی تبدیلي کے بعد ہوئی پہلے نہیں ہوي جیسا تاریخ مبارک شاہی میں لکھا ہے -

نشان بھی نہ چھوڑا - یوں سمجھو کہ دھلی میں اور دور دور تک اس کی گرد و نواح میں کتے بلیاں تک نہ رھیں - سب دھلی والوں کو مع ان کے قبیلوں کے، عورتوں کے، بچوں کے اور غلاموں کے دیو گڑھ روانہ کر دیا - لوگ تو مدتوں دھلی میں رھتے رھتے اس کی سر زمین سے مانوس ھوگئے تھے - دور دراز کے سفر کی مشقتیں نہ جھیل سکے، راستے میں مر مر گئے جو بچ کر دیو گڑھ پہونچے بھی انھیں وھاں کی سر زمین نہ بھائی - ان کا دل دھلی ھی میں پڑا رھا - آخر وھیں مر کھپ گئے - دیو گڑھ جیسے قدیم کفرستان میں ھر طرف مسلمانوں کے قبرستان نظر آنے لگے - اگرچہ دھلی سے روانہ کرتے وقت بادشاہ نے رعیت پر بہت کچھ انعام اکرام کیا اور جب دھلی والے دیو گڑھ پہونچے تو اس وقت بھی ان پر بڑی فیاضیاں اور بخششیں کیں، مگر بخششیں اور فیاضیاں ان کے کس کام کی تھیں ؟ ان کی تو جانوں پر آ بنی تھی - کچھ تو سفر کے دوران میں ختم ھو گئے اور کچھ دیو گڑھ پہونچنے کے بعد مر گئے - بہت ھی کم ایسے تھے جنھیں پھر جان کی سلامتی میں دھلی آ کر رھنا نصیب ھوا - اُس دن دھلی کا شہر جو ساری دنیا کے شہروں کی ناک تھا برباد اور ویران ھوگیا " -

ابن بطوطہ نے لکھا ھے کہ سلطان محمد کی اس حرکت پر کہ اُس نے دھلی کے کل باشندوں کو شہر سے نکال دیا بہت ھی ملامت کی جاتی ھے - سبب یہ تھا کہ لوگ خطوں میں گالیاں لکھ لکھ کر رات کو بادشاہ کے دیوان خانے میں ڈال جایا کرتے تھے - بادشاہ اُن خطوں کو پڑھ پڑھ کر دل ھی دل میں گُھٹتا تھا - آخر اُس نے لوگوں کو سزائیں دینے اور شہر سے نکال دینے کی ٹھان لی - اس نے لوگوں کے مکان خرید لئے اور مکانوں کے مالکوں کو قیمتیں دے دیں - پھر حکم دیا کہ تین دن کے اندر سب لوگ شہر خالی کرکے دولت آباد کی طرف روانہ ھوجائیں - اس حکم کی بہتیروں نے تو تعمیل کی - دھلی چھوڑ چھوڑ کر وہ دولت آباد کی طرف چلے گئے، مگر بعض اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ رھے - بادشاہ نے تلاش کرایا تو ایک گلی میں سے دو آدمی نکلے - ایک اندھا تھا اور دوسرا لولا - ان دونوں کو پیش کیا گیا تو بادشاہ نے لولے کو منجنیق سے اڑا دیا - اور اندھے کے لئے حکم دیا کہ دھلی سے دولت آباد تک اسے گھسیٹ کر لے جائیں - دھلی سے دولت آباد تک چالیس دن کا راستہ تھا - اندھا کہاں تک گھسٹتا ؟ راستے میں اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ھوگئے -

صرف ایک پانوں دولت‌آباد پہونچا - لوگوں نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنا مال اسباب چھوڑ چھوڑ کر نکل گئے - شہر سنسان ہوگیا - ایک معتبر آدمی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک رات بادشاہ محل کی چھت پر چڑھا - جب شہر کی طرف سے نہ دھواں اٹھتا دیکھا نہ چراغ جلتا نظر آیا تو بولا "میرا جی اب ٹھنڈا ہوا" - پھر اور شہروں کے باشندوں کو حکم دیا کہ دھلی میں آن کر رھیں - نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہر بھی برباد ہوگئے اور دلی آباد نہ ہوئی -

ابن بطوطہ کی یہ روایت بے سروپا ھے - اس نے کسی راوي کا حوالہ نہیں دیا - معلوم ہوتا ھے کہ یہ باتیں اس نے دھلي کے بازار میں اس وقت سنیں جبکہ سلطان محمد بدنام ہو گیا تھا - کرنیل ھیگ نے ابن بطوطہ کي اس روایت کو کہ بادشاہ نے دھلی والوں کے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوں کو دیکھ دیکھ کر ان سے دھلی خالی کرائی صحیح مانا ھے - لیکن انھوں نے اس بات کا احساس کر لیا ھے کہ مورّخوں کے بیانات اس بادشاہ کے متعلق بےترتیب ھیں' اور بےترتیبی کے سبب سلطان محمد کی تاریخ بدنما ہوگئی ھے - بدنمائی کو ایک حد تک صاحب موصوف نے دور کیا ھے - لکھا ھے کہ "بعض مورّخوں نے سنہ ۱۳۲۹ع کے واقعے کو سنہ ۱۳۲۷ع کے واقعے سے خلط ملط کر دیا ھے - ان کا قول ھے کہ سنہ ۱۳۲۷ع میں بادشاہ نے دھلی کی ساري خلقت کو زبردستي نکال دیا - مگر یہ غلط ھے - سنہ ۱۳۲۷ع میں صرف سرکاری دفتر بھیجا گیا تھا - اور خاص خاص امیر اور سردار دولت آباد آئے تھے - سنہ ۱۳۲۹ع میں سب دھلی والے جبراً بھیجے گئے - یہ کسی سیاسی مصلحت یا انتظامی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سبب کہ بادشاہ دھلی والوں سے ناراض ہو گیا تھا - سزا دینے کی غرض سے اُس نے انھیں تکلیف میں ڈالا" -

مگر یہ یاد رکھنا چاھیے کہ سزا دینے کا شگوفہ ابن بطوطہ نے نکالا ھے - سلطان محمد دھلی والوں سے بھلا کیوں ناخوش ہوتا؟ اور ناخوش ہوتا بھی تو دھلی والے بچّوں اور نادانوں کی طرح سے گالیاں لکھ لکھ کر قلعے میں کیوں ڈالنے لگے تھے؟ اور بالفرض ایسا ہوتا بھی تو سلطان پہلے معاملے کی تحقیق کرتا - خطوں کی عبارتیں پڑھتا - ان پر غور کرتا - اور طرز تحریر سے لکھنے والوں کا پتہ چلا لیتا - خط لکھنے والے ہوں‌گے کتنے؟ سفر نامے سے کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن یہ یقینی ھے کہ دھلی کے کل باشندے ایک دم ایسے خط

نہیں لکھ سکتے تھے - پھر کل باشندوں کو کیوں کر سزا دی جا سکتی تھی ؟ - سلطان محمد شریعت کا عالم تھا اور عادل ہونے کا دعوی کرتا تھا وہ جزو کے سبب کل کو کیوں کر قصور وار ٹھہرا سکتا تھا ؟ اور معدودے چند کی وجہ سے ہزاروں کو کیوں کر ہلاک کر سکتا تھا ؟ یہ بات تو سراسر عقل کے خلاف ہے اور شریعت کے خلاف بھی - ابن بطوطہ کی روایت سے یہ بھی نہیں کھلتا کہ سلطان محمد مسلمانوں سے ناخوش ہوا تھا یا ہندوؤں سے اور اس نے جلا وطنی کی سزا دی تو صرف مسلمانوں کو دی یا ہندوؤں کو بھی - تاریخ فیروز شاہی میں ہے کہ اس بارے میں جتنی تکلیفیں پڑیں مسلمانوں پر پڑیں - عالم غربت میں انہیں کا مرنا اور کفرستان میں انہیں کی قبریں بننا لکھا ہے - سلطان محمد ہندوؤں سے ناخوش نہ تھا - وہ انہیں کیوں جلا وطن کرتا ؟ ان سب کو جلا وطن کرنا ممکن بھی نہ تھا - کل مسلمانوں کا بھی دھلی سے منتقل کر دینا مصلحت کے خلاف تھا - اگر دھلی مسلمانوں سے خالی ہو جاتی اور فوجیں بھی نہ رہتیں تو وہاں مغلوں کے حملے کا اور ہندوؤں کے فساد کا اندیشہ تھا - قرینے بتاتے ہیں کہ ابن بطوطہ کی یہ روایت بے سروپا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس نے کسی راوی کا حوالہ بھی نہیں دیا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ افیمیوں کی بڑ تھی جسے ابن بطوطہ نے دھلی کے بازاروں میں سن لیا - جیسا سنا ویسا ہی لکھ دیا - ہمارے نزدیک نہ سلطان محمد دھلی والوں سے ناخوش ہوا تھا ، نہ اس نے انہیں سزائیں دیں ، نہ سب کو دولت آباد بھیجا -

ضیاالدین برنی اور ابن بطوطہ دونوں ہمعصر ہیں مگر دونوں میں سے ایک بھی نہیں بتاتا کہ پایہ تخت کی تبدیلی کس طرح سے ہوئی - ایک دم ہوئی یا رفتہ رفتہ - ملّا بدایونی جو ہمعصر نہیں ہے لکھتا ہے کہ پایہ تخت کی تبدیلی رفتہ رفتہ عمل میں آئی - پہلی مرتبہ سلطان محمد اپنے گھر بار کو اور امرا و اراکین کو لے گیا - امرا بھی اپنے گھر والوں کو لیتے گئے - دوسری مرتبہ باقی دھلی والوں کو دولت آباد جانے کا حکم ہوا - حاجی الدبیر نے تو صرف امرا اور اراکین کا جانا لکھا ہے - کل آبادی کا منتقل ہونا لکھا ہی نہیں - ضیاالدین برنی کا بیان ہے کہ دھلی میں کتے بلیاں بھی نہ رہیں بالکل بےمعنی ہے -

سوال پیدا ہوتا ھے کہ ضیاالدین برنی اور ابن بطوطہ نے آخر کیوں غلط بیانیاں کیں ؟ جواب یہ ھے کہ جان بوجھ کر ان دونوں میں سے کسی نے بھی جھوٹ نہیں لکھا - انہوں نے اپنی قلم سے جو کچھ لکھا سچ جان کر لکھا مگر اصلیت اور حقیقت کو سمجھنا اور واقعات کی تہ تک پہونچنا آسان نہ تھا - ضیاالدین برنی سلطان محمد ھی کو نہ سمجھ سکا اس کی حکمت عملی اور سیاست ملکی کو کیوں کر سمجھ سکتا تھا ؟ ابن بطوطہ اس واقعے کے بہت بعد ھندوستان میں آیا اور جب آیا تو سلطان محمد بدنام ہوچکا تھا - ایسی حالت میں سلطان کو کیا کچھ نہ کہا جا رہا ہوگا ؟ ابن بطوطہ کو تحقیق کی نہ فرصت تھی نہ ضرورت - وہ خود سلطان محمد سے بیزار ہوگیا تھا - اسی سبب اس نے ملازمت ترک کردی تھی - اس کی جان کے لالے پڑگئے تھے - خدا خدا کر کے جان بچی اور جوں توں کر کے ھندوستان سے نکلا تو مصیبتوں اور مجبوریوں [۱] پر بھی سلطان کو منھ نہ دکھایا ایسی حالت میں سلطان محمد کے متعلق بہترین واقفیت اُنہیں سیاحوں کو ہوسکتی تھی جو صرف خبریں حاصل کرنے اور نئی باتیں معلوم کرنے کی غرض سے ھندوستان میں آتے تھے - اور وہاں جو کچھ دیکھتے یا سنتے وہ لکھ لکھ کر مصر لے جاتے - انہیں میں سے ایک سراج الدین شبلی ھے اس نے لکھا ھے کہ "سلطان محمد کا اصلی منشا دھلی کو ویران کرنا نہ تھا - وہ یہ چاھتا تھا کہ دیو گڑہ بادشاھت کا صدر مقام بنے اور دھلی وزارت کا" -

سلطان محمد دیوگڑہ کو اپنی بادشاھت کا صدر مقام بنا چکا تو اس نے کندھانے کا علاقہ فتح کیا - ضیاالدین برنی نے تو فتوحات کا ذکر نہیں کیا - صرف اتنا لکھا ھے کہ "شروع شروع میں بادشاہ نے کئی علاقے فتح کئے" - تاریخ فرشتہ میں ھے کہ "جب بہاالدین سے فراغت ہوگئی ...... تو بادشاہ کندھانہ فتح کرنے کی غرض سے دولت آباد سے نکلا - کندھانہ خیبر کی نواح میں ھے - ناگ نائک کولیوں کا سردار کندھانے کا حاکم تھا - کندھانے کا قلعہ پہاڑ پر واقع ھے اور بڑا مستحکم اور مضبوط ھے - اس کا فتح کرلینا کوئی آسان

---

[۱]—ابن بطوط چین کی سفادت پر گیا تھا - راستے میں جہاز ٹوٹ گئے اور شاھی تحفے غرق ہوگئے - ابن بطوطہ کو چاھئے تھا کہ سلطان محمد کے پاس جاکر سفاعت کی ناکامی کا حال سناتا - اس کے دل میں یہ بات ائی بھی مگر سلطان محمد سے برگشتہ ہوچکا تھا اس سبب نہ گیا -

کام نہیں - بادشاہ آٹھ مہینے تک کندھانے کا محاصرہ کئے رہا - آٹھ مہینے کے بعد ناک نائک نے قلعہ بادشاہ کے حوالے کردیا - اور اماں کا خواستگار ہوا - بادشاہ نے اس کو اپنے امیروں میں داخل کرلیا - فتح پاکر بادشاہ خوشی خوشی دولت آباد میں واپس آیا "-

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کندھانے کی فتح بہاالدین گشتاسپ کی بغاوت ہی کے بعد نہیں ہوئی بلکہ دارالسلطنت کے دیو گڑہ منتقل ہو جانے کے بعد - سلطان محمد دیو گڑہ کو دولت آباد بنا چکا تو پونا کے قریب کندھانے [۱] پر جا چڑھا - دولت آباد سے ہی فوجیں لے کر نکلا تھا اس سبب فتح ہوگئی تو دولت آباد ہی واپس ہوا -(یہاں پہونچ کر اس نے خراسان پر چڑھائی کرنے اور مغلستان کو خاک میں ملانے کی کوششیں شروع کردیں - اور پونے چار لاکھ کا ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا - لشکر علاوہ ان فوجوں کے تھا جو پہلے سے چھاونیوں میں موجود تھیں غرض خرچ دگنا تگنا ہوگیا) خیال کیا جاتا ہے کہ اس سبب سے بادشاہ نے ایک ترکیب کی -(بجائے چاندی کے تانبے کی مہریں چلادیں - ضیاالدین برنی نے لکھا ہے کہ " سلطان محمد نے خرید فروخت کے معاملات میں دخل اندازی کی اور تانبے کی مہریں چلادیں - اُس نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا - جس کے لئے بہت بڑے لشکر کی ضرورت تھی - اتنا بڑا لشکر بے شمار دولت کے بغیر کیسے جمع ہوسکتا تھا ؟ خزانے میں تو ادھادھند بخششوں کے سبب پہلے ہی کمی ہوگئی تھی - مجبور ہوکر سلطان محمد نے تانبے کی مہریں چلادیں - حکم دے دیا کہ جس طرح لین دین میں چاندی سونے کے سکے چلتے ہیں اسی طرح اب تانبے کی مہریں چلا کریں /(نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں نے گھر گھر ٹکسالیں بنالیں - اور شہر شہر کے ہندوؤں نے لاکھوں اور کروروں تانبے کی مہریں گھڑ لیں - انہیں کو وہ خراج میں دیتے اور انہیں کے بدلے اچھے اچھے گھوڑے اور ہتھیار خریدتے - شہری اور دھاتی ہندو ، مقدم ، خوط وغیرہ بڑے روپے والے ہوگئے مگر سلطنت میں کمزوریاں پیدا ہوگئیں) کچھ عرصے کے بعد دور دور کے صوبوں میں لوگوں نے ان تانبے کی مہروں کو چاندی کے عوض لینے سے انکار کردیا - ایک

---

[۱] - سین گڑہ مراد ہے -

سنہری تنکے کا بھاو تانبے کے سو تنکوں کے برابر ہوگیا اور ہر سنار اپنے گھر میں تانبے کے سکے بنانے لگا - تانبے کی مہروں سے خزانہ بھر گیا - اور ان کی ایسی بے قدری ہوئی کہ وہ ٹھیکریوں اور کنکریوں کے برابر سمجھے جانے لگے - پرانے چاندی کے سکے کی قیمت چوگنی پچ گنی ہوگئی - جب چاروں طرف خرابی پڑگئی تو بادشاہ جز بز ہوا - حکم دیا " کہ جس جس کے پاس تانبے کی مہریں ہوں خزانے میں لے آئے اور ان کے بدلے چاندی کے سکے لے جائے " یہ حکم سنتے ہی ہزاروں آدمی جن کے گھروں میں تانبے کے سکے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے لے لے کر خزانے میں آگئے - اور تانبے کے ہر سکے کے عوض شش گانی اور دوگانی بلکہ روپہلی اور سنہری تنکے لے لے گئے - اس طریقہ سے اتنے تانبے کے سکے خزانے میں آئے کہ تغلق آباد میں پہاڑ کی طرح اونچے اونچے ڈھیر لگ گئے - (خزانے میں بڑی کمی ہوگئی - اس سبب سلطان محمد کا دل رعایا کی طرف سے ہٹ گیا) تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ " جب سلطان محمد کو یہ خیال آیا کہ سکندر کی طرح ساری دنیا کو فتح کرلے اور اس بڑے کام کے لئے اپنے لشکر کو اور خزانے کو اس نے کافی نہ پایا تو اس نے اپنا مقصد پورا کرنے کی غرض سے تانبے کے سکے چلا دیئے - حکم دیا کہ جس طرح چین کے ملک میں چاو چلتا ہے اسی طرح ہندوستان میں بجائے سنہری اور روپہلی تنکوں کے تانبے کے سکے چلائے جائیں معمولی خرید فروخت میں بھی تانبے ہی کے سکے کام آئیں - چاو اصل میں کاغذ کا ایک ٹکڑا ہوتا تھا جس پر چین کے بادشاہوں کا نام اور لقب نقش کردیا جاتا تھا ' چین کے بازاروں میں بجائے اشرفیوں اور روپیوں کے چاو ہی چلتا تھا ' لیکن ہندوستان میں چین کی سی بات نہ بن سکی ' مختلف صوبوں میں ہندوؤں نے تانبے کے سکے بنانے شروع کردئے اور اس کثرت سے بنائے کہ اور سب سکوں کی جگہہ تانبے کے سکے ہی نظر آنے لگے - تانبے کے سکے لاکھوں اور کروروں کی تعداد میں ہندوؤں نے اپنے پاس جمع کرلئے - انھیں کو بازار میں چلاتے اور انہیں کے ذریعے بڑی بڑی قیمتیں ادا کر کے ہتھیار مول لیتے اور قسم قسم کی چیزیں خرید کر تجارت کی غرض سے دور دور بھیجتے - انہیں کے ذریعے سونے چاندی کے تنکے بھی خرید لیتے - کچھہ عرصے تو یہی حال رہا - آخر میں دور دور کے صوبوں نے تانبے کے سکوں کو لینے سے انکار کردیا اور بغاوتیں شروع ہوگئیں . تانبے کے سکے بالکل بے قدرے

ہوگئے - یہ دیکھ کر بادشاہ پچھتایا - مجبور ہوکر حکم دیا کہ جس کسی
کے پاس تانبے کے سکے ہوں وہ انھیں خزانے میں داخل کردے اور ان کے عوض
سونے چاندی کے سکے لے آئے - بادشاہ کو خیال تھا کہ شاید اسی طریقے سے
تانبے کے سکے کی وقعت بڑھ جائے اور وہ پھر رواج پاجائے مگر لوگوں نے تو تانبے
کے سکوں کو مٹی کے ڈھیلوں اور کنکروں کی طرح اپنے گھروں میں ڈال رکھا تھا -
وہ ڈھیر کے ڈھیر اٹھا کر خزانے میں لے آئے اور ان کے بدلے سونے چاندی کے
سکے لے گئے - نتیجہ یہ ہوا کہ خزانہ خالی ہوگیا - تانبے کے سکوں کی بے
قدری تو جیسی تھی ویسی ہی رہی ' اوپر سے سلطنت میں بڑی کمزوریاں
پیدا ہوگئیں - رخنہ پڑ گیا " -

کرنیل ہیگ نے تاریخ فیروز شاہی کی بنا پر لکھا ہے کہ " سلطان
محمد کے دماغ میں ساری دنیا فتح کرنے کا خبط سما گیا تھا اس وجہ
سے اس کو بے شمار دولت کی ضرورت ہوئی - اس نے بلا سوچے سمجھے یہ
حکم جاری کردیا کہ تانبے اور پیتل کے سکے سونے چاندی کے بدلے چلائے
جائیں - نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جعلی سکے بننے لگے - صرف تین
چار سال تک تانبے کے مصنوعی سکے چلے - بارے سلطان نے جلدی
اپنی غلطی کا احساس کرلیا اور تانبے کے تمام سکے واپس لے لئے - مگر اُس کو
تانبے کے عوض چاندی دینی پڑی اور تانبے کے سکوں کے پہاڑ لگ گئے جو
سو برس بعد تک تغلق آباد میں دیکھے گئے " -

انڈورڈ طامس کی رائے مختلف ہے - اس کے نزدیک " سلطان محمد
دھاتوں اور سکوں کے علم کا امام تھا - سلطان کو معلوم تھا کہ کئی صدی پہلے
سے چین میں کاغذ کا نوٹ چل رہا ہے - چین کی پیروی اب سے قریب قریب
سو برس پہلے ایران کے بادشاہ کیخاتو خاں نے بھی کی تھی - وہ جانتا تھا کہ
ایران میں چاو کیوں کر جاری ہوا اور کیوں ناکام رہا - وہ تبریزی چاو کی
ناکامی سے اور کیخاتو خاں......کی بدنصیبی سے خوب واقف تھا - لالچ اس کی
طبیعت میں نام کو نہ تھا - اُس نے کیخاتو خاں کی بری مثال سے قطع نظر
کر کے چینی اصول پر کار بند ہونا چاہا تاکہ سلطنت کے اعتبار پر کارو بار
چلے مگر اس میں وہ ناکام رہا - وجہ یہ تھی کہ سرکاری ٹکسال میں ٹھپہ
لگانے کے لئے مخصوص آلے نہ تھے جو آلے سرکاری اہل کاروں کے پاس تھے ' وہی

هر سدار کے پاس موجود تھے - یہی وجہ تھی کہ انھوں نے آسانی سے تانبے کے پیسوں پر ٹھپے لگانے شروع کردئیے " -

پروفیسر براؤن نے لکھا ہے کہ " کچھ عرصے سے دنیا میں چاندی کی کمی ہوگئی تھی - ہندوستان میں چاندی کی کمی محسوس ہوئی تو دھلی کی سلطنت بہت وسیع ہوچکی تھی اور جس قدر وسیع ہوگئی تھی اُسی قدر سکوں کی ضرورت بڑھ گئی تھی - چاندی زیادہ مقدار میں درکار تھی - چاندی کی کمی ایک تو اس وجہ سے تھی کہ لوگ چاندی کے گہنے زیادہ بنوانے لگے تھے - گھر کے استعمالی برتن بھی اکثر چاندی کے بنائے جاتے تھے اور دوسرے چاندی ہوتی بھی کم تھی - ہندوستان کے باھر بھی ملک ملک میں چاندی کا قحط تھا - ٹرانسلوینیا (Transylvania) سیکسنی (Saxony) هسپانیہ (Spain) میں چاندی بہت کم پائی جاتی تھی - انگلستان ' مصر ' جاپان ' فلانڈرز (Flanders) ایران اور اسکاٹ لینڈ (Scotland) میں بھی یہی حالت تھی - سلطان محمد کو یہی مشکل پیش آئی " -

اصلیت کچھ ہو - اتنا یقینی ہے کہ ضیاالدین برنی کے بیان میں بڑا مبالغہ ہے - سلطان محمد پر خزانہ خالی کردینے کا الزام لگایا نہیں جاسکتا - اُس کا خیال پاکیزہ تھا - اور اس کی ترکیب درست تھی - ممکن ہے کہ اُس کو ایک بڑا لشکر فراہم کرنے کی ضرورت نے آمدنی بڑھانے کی تدبیریں سُجھائی ہوں اور جس طریقے سے آج کل گورنمنٹ رعایا سے قرض لیتی ہے اور قرضے پر سود ادا کرتی ہے سلطان محمد نے بھی ایساهی سوچا ہو[۱] یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ سلطان محمد کا خزانہ خالی ہو گیا تھا - یا رعیت کو مفلس کرنے یا سرکاری خزانہ بھرنے کی غرض سے اُس نے تانبے کے سکے چلائے تھے - خزانہ پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا اگر بھرا ہوا نہ ہوتا تو دو سال بعد جب یہ طریقہ ناکام ٹھہرا اور بادشاہ نے اپنا حکم منسوخ کیا '

---

[۱]—تانبے کی مہریں کتنی بنائیں گئیں ' اور کتنی چلائی گئیں ' اس کا کچھ ذکر تاریخ میں نہیں ملتا درایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہریں بے حد اور بے شمار نہ تھیں - اندازے سے بنائی گئی تھیں اور اندازے سے چلائی گئی تھیں - خزانہ بھر پور تھا - تانبے کی مہروں کا سلطان محمد کے حکم سے چلنا ایسا هی تھا جیسا آج کل رعایا کا سلطنت برطانیہ کو قرض دینا ' جسے اسٹیٹ لون کہتے ہیں -

اور تانبے کی کُل مہریں واپس لے لیں تو لاکھوں بلکہ کروروں " نقلی سکوں " کے عوض کھرے اور چمکتے ہوئے چاندی سونے کے سکے کہاں سے دے دئے ؟ اور جس وقت بادشاہ نے تانبے کی مہریں چلائیں اُس وقت تک تو اُسے کوئی بڑی مہم بھی پیش نہ آئی تھی ، نہ کوئی چڑھائی ہوئی تھی ، نہ بغاوت ، نہ جنگ ، کیوں کر ممکن ہے کہ وہ خزانہ جو تخت نشینی کے وقت بھر پور تھا ، اور جس میں تخت نشینی کے بعد چاروں طرف سے خراج لا لا کر جمع کیا گیا تھا ، اتنی جلدی خالی ہو جائے ؟ مسالک‌الابصار میں لکھا ہے کہ " دکن سے جو خزانے سلطان محمد کے ہاتھ لگے تھے اُن میں سے اُس نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی تھی - سب کو مہریں لگا لگا کر رکھ دیا تھا " -

ابھی تانبے کی مہروں کو چلائے عرصہ نہ گزرا تھا اور بادشاہ لشکر کے انتظام میں مصروف تھا (کہ ملتان سے ملک بہرام ایبہ کشلو خاں کے باغی ہو جانے کی خبر آئی - تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ جب بادشاہ نے دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا تو سب امیروں اور منصب داروں کے نام فرمان بھیجے کہ اپنے اپنے گھر بار کو لے کر دولت آباد میں آجائیں اور وہیں اپنے مکان بنوائیں ، اسی اثنا میں بادشاہ نے علی نامی محصّل (Tax-collector) کو ملتان بھیجا ، اور اس کے ذریعہ بہرام ایبہ کو دربار میں طلب کیا - علی سختی سے پیش آیا - ایک روز بہرام ایبہ کا داماد اپنے گھر سے نکل کر دیوان خانے کی طرف جارہا تھا کہ علی نے اسے جا پکڑا ، کہنے لگا " اپنے خسر کو تم دولت‌آباد کیوں نہیں جانے دیتے ؟ تمہارے دل میں کیوں حرم زدگی سمائی ہے " ؟ بہرام ایبہ کے داماد نے جواب دیا " حرام زادہ کسے کہتے ہیں " ؟ علی بولا " حرام زادہ اُسے کہتے ہیں جو گھر کے اندر ہو بیٹھے اور بادشاہ کے حکم کو نہ مانے " پھر تو اُن دونوں میں خوب چلی ، نوبت یہاں تک پہونچی کہ علی نے بہرام ایبہ کے داماد کے بال پکڑ لئے اور کئی مُکّے مارے ، اُس نے بھی زور کیا اور اپنے بال چھوڑا کر علی کو زمین پر دے مارا (، اس کے اردلی نے بڑھ کر علی کا سر کاٹ لیا جسے سارے شہر میں پھرایا گیا - بہرام ایبہ نے یہ حال سنا تو سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں - بادشاہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا - یہ سوچ کر بغاوت کی ٹھان لی -)

جب کشلو خاں کی بغاوت ملتان میں ہوئی تو بادشاہ دولت آباد میں تھا ، بغاوت کی خبر سن کر دولت آباد سے ملتان آیا ، ابوھر کے

میدان میں لڑائی ہوئی ' بادشاہ نے بڑی ہوشیاری کی - چتر کے نیچے اپنی جگہ شیخ رکن‌الدین ملتانی کے بھائی شیخ عمادالدین کو کھڑا کر دیا ' اور خود فوج کا ایک دستہ لے کر کسی سمت نکل گیا ' عمادالدین بادشاہ سے بہت مشابہہ تھا ' کشلو خاں کے لشکر نے عمادالدین کو بادشاہ سمجھ کر قتل کر دیا اور لوٹ پر ٹوٹ پڑا - بادشاہ نے موقع پایا ' جھپٹ کر کشلو خاں پر آن پڑا ' اور اس کا سر کاٹ ڈالا - کشلو خاں کا لشکر بھاگ نکلا - بادشاہ کو فتح ہوئی -

ملتان سے فارغ ہو کر سلطان محمد دھلی آیا تو وہیں ٹھہر گیا ' دولت‌آباد نہ گیا -(اُن ہی دنوں بقول ضیاالدین برنی ' اُس نے دوآبے کے کل علاقوں کا لگان دس گنا اور بیس گنا کردیا ' اور اِتنے ٹیکس لگا دئے کہ غریب رعایا بِن آئے مرگئی - کچھ تو ٹیکس تھے ہی زیادہ اور کچھ وصول کرنے کا طریقہ ایسا سخت تھا کہ معمولی درجے کے آدمی برداشت نہ کرسکے ' برباد ہوگئے }(جو ذرا مالدار تھے وہ باغی ہوگئے]- بہت سے علاقے ویران ہوگئے ' کھیتیاں اُجڑ گئیں ' کسانوں نے کھیتی باڑی چھوڑ دی ' تجارت کم ہوگئی '(اِدھر اُدھر سے غلہ آنا بند ہوگیا اور دھلی کے نواح میں بلکہ سارے دوآبے میں قحط پڑ گیا - بارش بند ہوگئی اور قحط کی سختی بڑھتی ہی چلی گئی ' برسوں یہی حال رہا - لاکھوں آدمی تباہ ہوگئے ' اور بڑے بڑے گھرانے خاک میں مل گئے -)

(ضیاالدین برنی کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس لشکر کو برقرار رکھنے کی غرض سے جسے خراسان کی فتح کے لئے جمع کیا گیا تھا بادشاہ نے دوآبے میں نئے نئے محصول لگائے تھے ' اور جب رعایا ان محصولوں کو ادا نہ کرسکی تو سلطان محمد ان کا شکار کرنے کے لئے نکلا ' اور بیگناہوں کا دل کھول کر خون بہایا) لیکن ضیاالدین برنی کا بیان سراسر غلط ہے - اس کی نا تمام اور ادھوری عبارت نے غضب ڈھایا ہے - اُس نے لکھا کہ '' سلطان محمد بہرام ایبہ کی بغاوت فرو کرکے دھلی آیا تو دو سال تک دھلی رہا - اس عرصے میں لگان بہت بڑھادئے گئے - کچھ تو محصولوں کی زیادتی کے سبب اور کچھ محصلوں (Tax-collector) یعنی ٹیکس کلکٹروں کے تشدد کے سبب گنگا اور جمنا کے درمیان کا سارا ملک ویران اور برباد ہوگیا - ھندؤں نے اپنی اپنی

کھیتیوں کو آگ لگادی ' اور مویشیوں کو گھروں سے نکال کر جنگلوں میں ھنکا دیا - بادشاہ نے شق‌داروں اور فوجداروں کو حکم دیا کہ رعیت کو لوٹ لیں - حکم کی تعمیل ہوئی بہت سے خوطہ اور مقدم قتل کر دئے گئے - بہت سے اندھے کر دئے گئے' جو بچ نکلے جتھے بنا بنا کر جنگلوں میں جا چھپے - بستیاں ویران ھوگئیں - اسی زمانے میں بادشاہ شکار کے طور پر برن کی طرف گیا اور سارے برن کو لوٹ لیا ' اور اسے پامال کر ڈالا - ھندؤں کے سروں کو کاٹ لیا ' اور بہت سے سر برن کے قلعے پر لٹکا دئے گئے " - اسی بنا پر الفنسٹن - لین پول اور ڈاکٹر اسمتھ نے لکھ دیا کہ " بادشاہ نے برن میں جا کر جانوروں کی طرح آدمیوں کا شکار کیا " - کرنیل ھیگ کے نزدیک " برن کے رھنے والے بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے - جو بچ نکلے وہ جنگلوں میں جا چھپے - وھاں جانوروں کی طرح ان کا شکار کیا گیا " - کیا واقعی بادشاہ نے جانوروں کی طرح آدمیوں کا شکار کیا ؟ اور اگر کیا تو کیوں ؟ ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے یہ بات معلوم کرنی ضرور ھے کہ دوآبے میں بغاوت ھوئی کیوں ؟ اور اس کا سرغنہ کون تھا ؟

دوآبے میں بغاوت کی وجہ بیان کی جاتی ھے کہ سلطان محمد نے لگان [۱] بڑھا دیا تھا اور قحط کی آسمانی بلا نازل ھوگئی تھی ' مگر لگان

---

[۱]—تاریخ فیروز شاھی میں ھے کہ " خراج ولایت دوآب یکے بہ دہ ویکے بہ بست می باید ستد " جس کا مطلب عام طور سے سمجھا جاتا ھے کہ سلطان محمد نے محصولوں کو دس گنا اور بیس گنا بڑھا دیا - مگر یہ تو سراسر مبالغہ ھے - منتخبات‌التواریخ کی عبارت ٹھیک معلوم ھوتی ھے - اس میں لکھا ھے کہ خراج آں ولایت را دہ بست مقرر سازند " یعنی جہاں پہلے دس وصول ھوتے تھے وھاں اب حکم ھوا کہ بیس وصول کئے جائیں - لیکن تاریخ فیروز شاھی کی عبارت مقبول عام ھے - جو کچھہ اس میں لکھا ھے وہ ھي تاریخ مبارک شاھی میں موجود ھے اور وہ ھی طبقات اکبری میں ھے - تاریخ فیروز شاھی کی عبارت پر غور کیا جاے تو معلوم ھوگا کہ ضیاالدین برنی کو خود یقین نہیں کہ ٹیکس بڑھایا کتنا گیا تھا ' اسي لئے اس نے ایسی گول بات لکھہ دی - ملّا عبدالقادر بدایونی نے عقل اڑائی اور تاریخ فیروز شاھي کی مشکل اور مبہم عبارت کا مغز نکال کر قریب قریب ٹھیک بات لکھہ دي - محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ھے کہ محصول نگنا اور چوگنا کر دیا گیا اور یہی حاجی‌الدبیر نے لکھا ھے - کرینل ھیگ نے فرشتہ اور ملّا بدایونی کے بیانوں کو قرین قیاس مانا ھے - گارڈنر براون نے لکھا ھے کہ " سلطان محمد کا بڑھایا ھوا محصول جتنا بھي ھو سلطان علاءالدین خلجی کے محصولوں سے کہیں کم تھا - علاءالدین خلجي کا تو حکم تھا کہ کسان پیداوار کا آدھا سرکار کو دیں اس کے علاوہ سلطان علاءالدین نے دودھ دینے

اتنا زیادہ نہیں بڑھایا گیا تھا جو ناقابل برداشت ہوتا ' اور قحط بھی ایسا سخت نہ تھا جو عام ہلاکت کا باعث ہوتا - لگان کے سبب بغاوت ہوتی تو سلطان علاءالدین خلجی کے زمانے میں ہوتی جب کہ لگان پچاس فی صدی تک پہونچ گیا تھا اور محصول بھی بڑھا دئے گئے تھے - قحط کے سبب بغاوب ہوتی تو پانچ سال بعد ہجری ۷۳۵ اور عیسوی ۳۵-۱۳۳۴ کے قریب ہوتی جب کہ ہندوستان میں ست سالہ قحط پڑا جس میں بھوک کے مارے آدمی جانوروں تک کا خون پی پی گئے ' اور ان کی کھالیں بھی جوش کر کر کے کھا گئے - دوآبے کی بغاوت کے وقت تو ملک میں غلہ کثرت سے تھا اور لوگ خوش حال تھے ' پھر بھی بغاوت ایسی سخت ہوئی کہ غلّے کے انبار آگ سے پھونک دئے گئے اور مویشی جنگلوں میں ہکا دیے گئے اور مکان خالی کر دئے گئے ' بستیاں ویران ہوگئیں - (اس بغاوت کا بڑا سبب یہ تھا کہ بادشاہ نے ملتان سے واپس ہونے پر خراسان فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ پونے چار لاکھ سپاہی جو جمع کئے تھے لشکر سے برخاست کر دئے - وہ سپاہی بیکاری کے سبب بددل ہوگئے - اور پھر اِدھر اُدھر جا کر رعایا کو بھڑکانے لگے - بہت سے آدمی بادشاہ سے پہلے ہی بدظن تھے اور کئی جماعتیں بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ تھیں - انہوں نے بادشاہ کو بدنام کرنا شروع کر دیا) اس واقعے کے سال ڈیڑھ سال بعد

والے جانوروں پر خاص کر گائیوں اور بھیسوں پر چرائی کا محصول لگا دیا تھا - اور مکانوں پر بھی محصول لگایا تھا - یہ محصول سلطان قطب‌الدین مبارک شاہ کے عہد میں بہت کم ہوگئے تھے - یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنے کم ہوئے تھے - غالباً بیس بائیس فی صدی کم ہوئے ہوں گے - بعد میں سلطان غیاث‌الدین تغلق نے اور کم کر دئے - اس نے دیوان وزارت کو حکم دے دیا کہ دس یا گیارہ فی صدی سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں - سلطان محمد نے بجائے دس کے بیس فی صدی طلب کیا - دوآبے کی زرخیزی کو مدّنظر رکھہ کر اس محصول پر غور کیا جائے جو سلطان محمد نے لگایا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے کوئی ظلم کیا یا کسی قسم کا تشدد روا رکھا بیس پچیس سال پہلے جو لوگ پچاس فی صدی ٹیکس ادا کر چکے تھے اُن پر اب بیس فی صدی کا ٹیکس مصیبت کیوں ہوگیا ؟ وجہ یہ تھی کہ محصول بڑھتے ہی دوآبے میں بلکہ کل شمالی ہندوستان میں قحط پڑ گیا اور رعایا بد حال ہوگئی - جو مصیبتیں قحط کی وجہ سے لوگوں پر پڑیں ان کو ضیاالدین برنی نے سلطان محمد کے سر تھوپا اور اس کی حماقتیں ثابت کرنے کی غرض سے محصولوں کی زیادتی کو رعیت کی تمام پریشانیوں اور تکلیفوں کا باعث ٹھہرایا" -

گارڈنر براون کا خیال ممکن ہے درست ہو - لیکن یہ ظاہر ہے کہ قحط شروع ہی نہ تھا اگر شروع سے ہوتا تو سلطان محمد محصول لگاتا ہی کیوں -

ابن بطوطہ ہندوستان میں آیا اور آتے ہی اس نے بہت سی باتیں بادشاہ کے خلاف سنیں جنھیں اس نے جگہہ جگہہ اپنے سفر نامے میں درج کر دیا - عالموں کی جماعت بہت مخالف تھی - ایک تو اس سبب کہ تخت نشینی کے بعد ہی بادشاہ نے کچھہ اصلاحیں کرنی چاہیں تھیں اور ان رسموں کو مٹانا چاہا تھا جنھیں علماء نے مذہب میں داخل کر لیا تھا (دوسرے اس سبب کہ بادشاہ نے خود علماء کی اصلاح کرنی چاہی- ان کا کیرکٹر (Character) بدلنا چاہا - جن عالموں کا کیرکٹر کمزور ثابت ہوا انھیں سزائیں دیں - سلطان محمد کے نزدیک صرف ان عالموں کی قدر تھی جن کے اخلاق درست تھے ' جن کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور جن کا کیرکٹر اچھا تھا - ایسے عالم زیادہ تو غیر ملک کے ہوتے تھے - مولانا عضدالدین ' قاضی مجدالدین شیرازی ' مولانا ناصرالدین ترمذی سب غیر ملکوں کے رہنے والے تھے - بادشاہ نے ان کے وظیفے مقرر کئے اور ان سب کی بڑی عزت کی یہ بات ہندوستان کے عالم گوارا نہ کر سکتے تھے - انھوں نے ملک میں فتنے فساد برپا کرنے اور سلطنت کو کمزور بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - انھوں نے دوآبے کی بغاوت میں بھی مدد دی ہو تو کیا تعجب !

گنگا جمنا کا علاقہ جسے ضیاءالدین برنی نے دوآبہ لکھا ہے ہمیشہ سے سرکشوں اور باغیوں کا مرکز رہا تھا- سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے سے سلطان علاءالدین خلجی کے زمانے تک دوآبے میں برابر بغاوتیں ہوتی رہیں تھیں - سلطان علاءالدین جیسا اولوالعظم بادشاہ بھی دوآبے والوں کی مخالفتوں اور سرکشیوں سے نہ بچا - اس نے ان کی بغاوت کو دور کیا اور ان کو مطیع و محکوم بنایا تو اس طریقے سے کہ ان کو مال و دولت سے محروم کرکے کسب معاش میں مشغول کر دیا - سلطان محمد سلطان علاءالدین خلجی کے طرز حکومت سے واقف تھا اور دوآبے والوں کی ذہنیت بھی جانتا تھا - یہ بھی جانتا تھا کہ پونے چار لاکھہ فوج کا جس میں اکثر دوآبے کے راتھور ہیں پراگندہ ہو جانا کس قدر بے امنی کا باعث ہوگا - اسی سبب اس نے یہ احتیاط کی کہ ان لوگوں کو کسب معاش میں مشغول رکھنے کی غرض سے نئے نئے محصول لگا دئے - زمیندار فوجی خدمتوں سے بر طرف ہو گئے تو انھوں نے لوٹ مار شروع کردی - جو لوگ امن چین سے زندگی بسر کر رہے تھے وہ بھی اپنے اپنے مکان چھوڑ کر جنگلوں میں بھاگ گئے)- جو کچھہ مال متاع یہ چھوڑ کر بھاگے تھے وہ لٹیروں کے ہاتھہ

آیا - اور جو کچھ وہ لے جا نہ سکے اس میں انہوں نے آگ لگادی - بہت سی کھیتیاں بھی جلا دیں - شاهی ملازم لگان وصول کرنے آئے تو ان کے ساتھ برا سلوک کیا - بادشاہ پر لٹیروں کا سزایں دینا اور دوآبے کا فساد دور کرنا فرض هو گیا - اس نے شقداروں اور فوجداروں کے نام حکم بھیجا کہ دوآبے میں جاکر شورش کو دور کریں - لٹیروں سے لوٹ کا مال چھینیں اور سرکشوں کو مغلوب کریں - جب کسی طریق سے امن قائم نہ هوا تو وہ خود نکلا اور برن کا رخ کیا - تاریخ فیروز شاهی میں لکھا هے " همدرآں ایام سلطان محمد بر طریق شکار درولایت برن رفت و فرمان‌داد تا تمامئی ولایت برن را نهب و تاراج کردند و سر هاے هندواں آوردند و در کنگرهاے حصار برن بیاویختند " یعنی انهی دنوں بغاوت فرو کرنے کی غرض سے بادشاہ برن آیا - وهاں پہونچ کر برن کی تاراجی کا حکم دے دیا - بہت سے هندؤں کے سر کاٹ لئے گئے - جنهیں برن کے قلعے پر لٹکا دیا گیا - لیکن ترجمہ کرنے والوں نے " بر طریق شکار " کے جملے سے دھوکا کھا کر یہ لکھ دیا کہ " سلطان محمد نے اپنی فوج کو شکار کی تیاری کا حکم دیا اور شکار کے دستور کے موافق هندوستان کے ایک بڑے خطے کو جا گھیرا اور حکم دے دیا کہ جو شخص اس گھیرے کے اندر آ جائے وہ قتل کر دیا جائے - شاهی فوجوں کے سپاهی چاروں طرف سے قتل کرتے هوئے بیچ میں آکر ایک دوسرے سے مل گئے - جو لوگ اس طرح مارے گئے وہ اکثر گنوار تھے اور بالکل بے گناہ - اس قسم کا شکار کئی مرتبہ کھیلا گیا " لیکن یہ سراسر تہمت هے جو سلطان محمد پر لگائی گئی هے -

ابن بطوطہ دوآبے کی بغاوت کے دوران میں هندوستان آیا تھا - وہ جن دنوں دهلی پہونچا بادشاہ دوآبے کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا اور برن اور قنوج کے باغیوں کی سرکوبی میں مشغول تھا - اگر واقعی اس نے جانوروں کی طرح آدمیوں کا شکار کیا هوتا تو خبریں ابن بطوطہ تک ضرور پہونچ جاتیں اور بعد میں جب وہ ان مقامات میں پہونچا تو اس وقت تو مقامی خبریں اُس کو ضرور ملتیں - یہ ناممکن هے کہ ابن بطوطہ کو قنوج پہونچنے کے بعد بھی وهاں کے حالات معلوم نہ هوئے هوں - ابن بطوطہ کے کان تک بات پہونچتی تو کچھ نہ کچھ لکھ هی دیتا - مگر اس نے آدمیوں کے شکار کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا - " بر طریق شکار رفتن " سے مراد یہ هے کہ بادشاہ اُس طریقے سے روانہ هوا جس طریقے سے وہ شکار کی سواری پر جاتا

کرتا تھا ' یعنی اس کے ساتھ خاص تعداد گھوڑوں کی اور جانوروں کی تھی اور کسي کو یہ نہ معلوم تھا کہ بادشاہ کہاں جانے والا ھے -

ضیاالدین برنی نے دوآبے کی شورش کا اور برن ' قنوج اور دلمو کی بربادی کا رہ رہ کر ذکر کیا ھے - اور یوں لکھا ھے کہ گویا سلطان محمد نے سارے ھندوستان کو ویران کرنے کی ٹھان لی تھی - بات یہ ھے کہ اس زمانے میں سلطنت پر کئی ناگہانی آفتیں آگئی تھیں - ایک تو لکھنوتی میں غیاث‌الدین بہادر کی بغاوت اٹھ کھڑی ھوئي تھی - سفر نامے میں لکھا ھے کہ جلوس کے پہلے ھی سال جب بادشاہ نے غیاث‌الدین بہادر کو بہت سا مال اور گھوڑے اور ھاتھی دے کر رخصت کیا تو اس کے ساتھ اپنے بھتیجے ابراھیم خاں کو بھی کیا اور اُسے یہ تاکید کر دی کہ ابراھیم خاں کے ساتھ مل کر حکومت کرنا - خطبے اور سکے میں اس کا نام بھي اپنے نام کے ساتھ شریک کرنا اور اپنے بیٹے محمد کو دھلی بھیج دینا - غیاث‌الدین بہادر نے سب باتیں تو پوری کر دیں مگر اپنے بیٹے کو دھلي نہ بھیجا - عذر یہ کیا کہ وہ میرا کہنا نہیں مانتا - گستاخی کرتا ھے - اُن دنوں بادشاہ دھلی میں گھرا ھوا تھا - اس نے دلجلی تاتاری کی ماتحتی میں ایک لشکر ابراھیم خاں کے پاس بھیجا - ابراھیم اور دلجلی تاتاری نے مل کر غیاث‌الدین بہادر کا مقابلہ کیا - اس کو مار ڈالا اور اس کی کھال کھچوائی اور کھال میں بھوسا بھروا کر تمام ملک میں گھموایا - دوسرے تانبے کی مہروں سے جلھیں بادشاہ دولت‌آباد سے جاری کر چکا تھا ھنگامہ برپا ھوگیا - تیسرے مغلستان کو برباد کرنے کے جو منصوبے بادشاہ نے باندھے تھے وہ ناکام رھے ' اور پونے چار لاکھ کا وہ لشکر جو اُس نے اسی غرض سے جمع کیا تھا توڑنا پڑا - چوتھے قراجیل کی مہم ناکام رھی - تاریخ فیروز شاھی میں لکھا ھے کہ " سلطان محمد نے سوچا ' میں نے خراسان اور ماوراالنھر کی فتح کا ارادہ کر ھی لیا ھے ' پہلے قراجیل کے پہاڑ پر قبضہ ھو جائیگا تو پھر ھندوستان کے باھر فوجوں کا بھیجنا آسان ھو جائیگا - یہ سوچ کر بادشاہ نے اس بڑے لشکر کو جسے وہ ایک عرصے سے جمع کر رھا تھا بڑے بڑے اور نامور سرداروں کی ماتحتی میں روانہ کیا - لشکر نے چند پہاڑی علاقوں پر قبضہ کیا بھی - مگر پہاڑي ھندو کوھستان کی وادیوں میں پھیلے ھوئے تھے - نتیجہ یہ ھوا کہ شاھی لشکر دم کے دم میں فنا ھوگیا - پانچویں چین کي فتح کی کوششیں بےکار گئیں - فرشتہ کا بیان ھے کہ سلطان محمد کو چین اور ھماچل فتح کرنے کا خیال آیا -

(هماچل چین اور هندوستان کے درمیان واقع هے) - سلطان نے بڑے بڑے سورماؤں کا ایک لشکر تیار کیا جسے اپنے بھانجے خسرو ملک کی ماتحتی میں روانه کیا - اسے یه هدایت کر دی که پہلے ان پہاڑی ریاستوں کو تسخیر کرنا جو همالیه پہاڑ کے دامن میں واقع هیں - وہ فتح هو جائیں تو پھر جس جس مقام پر مناسب سمجھو قلعے بنا لینا اور لشکر گاهیں قائم کر دینا - جب هماچل پر پورا تسلط هو جائے تو پھر رفته رفته آگے بڑھنا - جب چین کی سرحد کے قریب پہونچو تو وهاں بھی پہلے ایک قلعه بنا لینا اور لشکر گاہ قائم کر دینا - اس کے بعد چین کو فتح کرنے کی کوشش کرنا - وزیروں اور مشیروں نے عرض کی جہاں پناہ - همالیه کے کوهستان کو اور چین کے علاقوں کو تو هندوستان کا کوئی بادشاہ بھی فتح نه کر سکا اور فتح کرنا کیسا ؟ وهاں کی زمین کا ذرا سا ٹکڑا بھی کبھی هندیوں کے هاتھ نه آیا - مگر سلطان نه مانا - خسرو ملک لشکر لے کر روانه هوا - کوهستان همالیه میں جا پہونچا - وهاں اس نے چند قلعے بنا لئے - مگر جب چین کی سرحد میں آیا اور چینی امیروں کی شان و شوکت کو دیکھا اور ان کے قلعوں کی مضبوطی اور راستوں کی تنگی اور چارے کی کمی پر نظر کی تو لشکریوں کے دلوں پر خوف چھا گیا - لوٹنے کا ارادہ کیا - برسات شروع هو گئی تھی - راستوں میں پانی کھڑا هو گیا تھا، ندیاں بن گئیں تھیں ، نکلنے کی راہ نظر نه آتی تھی، لشکری حیران پریشان کھڑے رہ گئے - آخر پہاڑوں کے سہارے چل پڑے - پہاڑیوں کو موقع هاتھ آیا - شاهی فوجوں کو خوب لوٹا - هتھیار بھی لوٹ لئے - خسرو ملک نے کچھ سپاهی حفاظت کی غرض سے راستوں پر مقرر کر دئیے تھے - پہاڑیوں نے ان کو ایسا هلاک کیا که ان کا نام نشان تک باقی نه رها - جو سوار بچ نکلے وہ بڑی مشکل سے اس صحرا تک پہونچے جہاں سے جاتے وقت گزر چکے تھے - وهاں دم لیا اور کچھ آرام کیا - اتفاق سے اسی وقت بارش هوگئی - سب ڈیرے خیمے پانی میں ڈوب گئے - اور پانی اتنا چڑھا که گھوڑوں پر بیٹھ کر بھی اس مقام کو عبور کرنا مشکل هو گیا - دس پندرہ دن تک وهیں پڑے رهے - کھانے کو کچھ میسر نه تھا - خسرو ملک وهیں مر گیا - اس کے بہت سے ساتھی بھی مر گئے" -

(چھٹے سیهوان میں امیران صده کی بغاوت اٹھ کھڑی هوئی - یه بغاوت سلطان محمد کی هندو نوازی کے سبب هوئی - اس نے رتن نامی هندو ، سیهوان کا حاکم بنا دیا - ابن بطوطه نے لکھا هے که " رتن نامی هندو علم حساب

میں اور کتابت میں استاد تھا - کسی وسیلے سے بادشاہ تک پہونچ گیا - بادشاہ نے اس کی قدر کی اور اس کو اس ملک کا حاکم بنا دیا اور منصب بھی عطا کیا - یعنی نوبت اور علم رکھنے کی اجازت دے دی - جو بڑے بڑے امیروں کو دی جاتی تھی - سیوستان کی جاگیر بھی مع اس کی نواح کے رتن کو دے دی - جب وہ اپنے شہر میں پہونچا تو امیروں کو ایک ہندو کی اطاعت ناگوار گزری - انہوں نے اس کو دغا سے قتل کر ڈالا اور شاہی خزانے کو لوٹ لیا - پھر ونار نامی کو اپنا حاکم مقرر کرکے سب خزانہ لشکر پر تقسیم کر دیا - ونار کے دل میں بادشاہ کا خوف پیدا ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے وطن کی طرف چلا گیا - باقی لشکر نے امیر قیصر کو اپنا سردار بنا لیا - اس واقعے کی خبر سرتیز عمادالملک کو ملتان میں پہونچی تو اس نے لشکر جمع کیا اور خشکی اور تری کے دونوں راستوں سے آگے بڑھنا شروع کیا - امیر قیصر بھی یہ خبر سن کر مقابلے کے لئے نکلا لیکن شکست کھائی اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گیا - سرتیز نے منجنیق لگائی اور سختی سے محاصرہ کیا - چالیس دن بعد امیر قیصر نے پناہ مانگی ' لیکن سرتیز نے اُن کے ساتھ دغا کی - پہلے تو امان دے دی بعد میں ان کی جائداد لوٹ لی اور سب کو قتل کر ڈالا - ہر روز کسی کی تو گردن کٹوا دیتا - کسی کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیتا اور کسی کی کھال کھچوا دیتا ' اور کھالوں میں بھوسا بھروا کر شہر کی فصیل پر لٹکایا جاتا - ان کی نعشیں لٹکتی ہوئی میں نے دیکھیں تو کلیجہ منھ کو آ گیا - اس واقعے کے بعد ہی میں سیوان میں پہونچا تھا - ایک مدرسے میں اترا تھا اور اس کی چھت پر سویا کرتا تھا - وہاں سے یہ نعشیں لٹکتی ہوئی نظر آتی تھیں تو میری طبیعت بگڑ جاتی تھی '' -

(تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ھے کہ '' سلطان محمد اسی ویرانی اور بربادی کے منحوس کام میں مصروف تھا کہ معبر میں سید احسن شاہ کی بغاوت شروع ہوگئی - دہلی سے ایک لشکر معبر کی طرف روانہ کیا گیا مگر وہ وہیں رہ گیا) آخر بادشاہ دوآبے سے دہلی آیا - وہاں سے لشکر تیار کرکے معبر کی طرف روانہ ہوا '' - تاریخ فیروز شاہی کا سفر نامے سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس مقام پر ضیاالدین برنی جذبات سے کیسا متاثر ھے - اس کے قلم سے کچھ کا کچھ نکلتا ھے - وہ لکھتا ھے کہ '' بادشاہ دوآبے کے قتل عام میں مشغول تھا کہ یکا یک معبر کی بغاوت کا حال سنا - اس پر بھی وہ دہلی

نہ گیا - حکم دے دیا کہ دہلی سے ایک لشکر بھیج دیا جائے - جب وہ لشکر ناکام رہا تو بادشا خود دہلی آیا - اُس وقت وہ بہت پریشان تھا - دہلی آتے ہی لشکر لے کر معبر کی طرف روانہ ہوگیا " - ابن بطوطہ کا بیان مختلف ہے - اس کا قول ہے کہ " بادشاہ شوّال کی پانچویں تاریخ تک دہلی میں آیا - جشن کئے گئے ' خوشیاں منائی گئیں ' نئے نئے عہدے مقرر کئے گئے ' میں بھی دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ کے سامنے بہت سے نوادروں کے ساتھ پیش کیا گیا - سب کو انعام دئے گئے - میں دہلی کا قاضی مقرر ہوا - پھر سات مہینے کے بعد ۹ جمادی الاول کو بادشاہ معبر کی طرف روانہ ہوا - کیوں کہ وہاں سید احسن شاہ باغی ہو گیا تھا " -

ابن بطوطہ کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے - وہ اُس وقت دربار میں موجود تھا - اُسی موقع پر بادشاہ سے اس کی پہلی ملاقات ہوئی - بادشاہ کے دہلی میں آنے سے لے کر معبر کی روانگی تک کے حالات ابن بطوطہ نے تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں - اور صرف کانوں سے سن کر نہیں لکھے بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر لکھے ہیں - وہ سلطنت کی حدود میں سنہ ۷۳۴ھ کی پہلی محرم اور سنہ ۱۳۳۳ع کی بارھویں ستمبر کو داخل ہوا تھا - سفر نامے میں لکھا ہے " جب ہم دریائے سندھ پر پہونچے تو محرم کی پہلی تاریخ تھی اُسی دریا سے سلطان محمد کی عملداری شروع ہوتی ہے " - وہاں سے ابن بطوطہ سیوستان آیا - سیوستان سے دس روز میں ملتان آیا - ملتان سے دہلی تک کا راستہ پچاس روز کا تھا - ابن بطوطہ راستے میں کہیں کہیں ٹھہر بھی گیا - ملتان میں دو مہینے تک ٹھہرا رہا ' وہاں سے روانہ ہوا تو ابوہر ' ابی بکھر ' اجودھن اور پالم ہوتا ہوا غالباً رجب سنہ ۷۳۴ھ اور مارچ سنہ ۱۳۳۴ع میں دہلی پہونچا - بادشاہ اس وقت دہلی میں نہ تھا قنوج کی طرف گیا ہوا تھا - ابن بطوطہ نے شعبان اور رمضان کے دو مہینے دہلی میں گزارے - خود لکھتا ہے کہ " مجھے دہلی آئے ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہوگیا تو میری ایک بیٹی جس کی عمر سال بھر سے کم تھی مرگئی - عیدالفطر آگئی اور بادشاہ اب تک دارالخلافے میں نہ آیا - اور آیا تو عید کے چار پانچ روز بعد چوتھی پانچویں شوال کو " - معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ قنوج اور دلمو کی شورش مٹا کر اور دوآبے میں امن قائم کرکے چوتھی شوال سنہ ۷۳۴ھ کو دہلی پہونچا - وہاں سات مہینے رہا - پھر نویں جمادی الاول سنہ ۷۳۵ھ کو سید احسن شاہ والئی معبر کی بغاوت کی خبر

شہاب سلطانی کو نصرت خاں کا خطاب دے کر بیدر اور اس کی نواح کا انتظام اس کے سپردگی میں دیا - پھر خود علالت ہی کی حالت میں دھلی لوٹا -

راستے میں عجب حالت نظر آئی ' دیکھا کہ بہت سے علاقے تباہ ہوگئے ہیں - ڈاک چوکیاں اُٹھ گئی ہیں - دہلی پھونچا تو وہاں بھی ویرانی سی نظر آئی - قحط اتنا سخت تھا کہ ایک سیر غلہ سترہ درھم میں بھی نہ ملتا تھا - بہتیرے آدمی اور چوپائے بھوکوں کے مارے مر گئے - اُس وقت بادشاہ دھلی کو آباد کرنے اور وہاں کی زراعت بڑھانے کی تدبیریں کرنے لگا - رعیت کو خزانے سے روپے دے دے کر کنویں کھودنے اور کاشت کرنے پر آمادہ کیا - پر کچھ بھی نہ ہوا - جس قدر روپیہ سرکار سے بطور تقاوی کے دیا گیا تھا اس میں سے بہت سا غتربود ہوگیا - تھوڑا سا کنویں کھودنے اور کاشت کرنے میں لگا بھی تو بارش بند ہو چکی تھی - نہ کنویں ہی کھدے نہ کاشت ہی ہوئی - بادشاہ کی محنت رائگاں گئی - مجبور ہوکر اس نے حکم دیا کہ دھلی شہر کے دروازے کھول دئے جائیں اور ان لوگوں کو جنھیں سختی کے ساتھ شہر میں رھنے کا حکم ہے رھا کر دیا جاے - یہ اجازت عام تھی - لوگوں کو غنیمت ہوگئی - جتنے موت کا شکار ہونے سے بچ رہے تھے نکلے اور اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر بنگالے کی طرف چلے گئے - بادشاہ بھی قحط سے تنگ آگیا تھا - دھلی چھوڑ کر نکلا اور پٹیالی اور کمپیلہ سے ہوتا ہوا گنگا کے کنارے جا پڑا - رعایا کو بھی حکم دیا کہ وھیں اپنے اپنے چھپر ڈال لیں - وہ موضع سرگدواری کے نام سےمشہور ہوا - سرگدواری वहां اودہ سے اور کڑے سے غلہ آنے لگا - دھلی کی نسبت اُس جگہ حالت بہتر تھی - ظفرآباد اور اودہ کا حاکم عین‌الملک مع اپنے بھائیوں کے نزدیک رھتا تھا - وہ ظفرآباد سے سرگدواري میں سب قسم کی ضروري چیزیں غلہ کپڑا وغیرہ بھیجا کرتا تھا -

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ بادشاہ کی علالت سے جو دولت‌آباد میں ہوئی تھي اور جس کی وجہ سے وہ سید احسن شاہ کی بغاوت فرو نہ کرسکا اور معبر تک نہ پہونچ سکا ملک پر کیا اثر پڑا - مورخوں کا اتفاق ھے کہ علالت کی خبریں آناً فاناً پھیل گئیں اور اُن خبروں کے ساتھ ھی ملک میں بے چینی اور بد امنی پھیل گئی - ابن بطوطہ نے لکھا ھے کہ " اگر دوسري طرح مقدر نہ ہوتا تو ملک بادشاہ کے ھاتھ سے نکل چکا تھا " لاھور میں امیر

حلاجوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا اور گھکروں کے سردار امیر گلچند سے مل کر لاہور کے حاکم ملک تتار کو قتل کردیا - یہ سن کر خواجہ جہاں وزیر دہلی سے نکلا ' لشکر لےکر چلا اور دریائے راوي کے قریب حلاجوں کو شکست دي - حلاجوں بھاگ گیا ' اس کا بہت سا لشکر دریا میں ڈوب گیا -

سید احسن شاہ کا بیٹا سید ابراہیم خریطہ دار ہانسی اور سرسے کا حاکم تھا - جس وقت بادشاہ بیمار ہوکر دولت‌آباد سے دہلی کی طرف جا رہا تھا اور اس کی موت کي خبریں اُڑ رہی تھیں اس نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کردیا - ایک امیر ضیاالملک نامی سندہ کا خزانہ لئے دہلی کو آرہا تھا - جب سرسے اور ہانسی کے علاقے سے گذرا تو ابراہیم نے اسے دھوکے سے ٹھہرا لیا - مطلب یہ تھا کہ چند روز میں بادشاہ کے مرجانے کی خبر تحقیق ہو جائےگی تو میں اس خزانے پر قبضہ کر لوں‌گا - جب بجائے موت کے بادشاہ کی زندگی کی خبر تحقیق ہوگئی تو ابراہیم نے ضیاالملک کو چھوڑ دیا - بادشاہ دہلی پہونچا تو سید ابراہیم سلام کو آیا - اس کے ایک غلام نے بادشاہ تک سید ابراہیم کي اس بغاوت کی خبر پہونچا دي - بادشاہ کو سید ابراہیم سے محبت تھی - اس وقت تو اس نے کچھ نہ کہا ' مگر بعد میں ناخوش ہوکر اسے قتل کرا دیا -

بادشاہ تلنگانے سے بیمار ہو کر دولت‌آباد کی طرف آرہا تھا اور اس کی موت کی خبریں پھیل رہی تھیں کہ دولت‌آباد کا حاکم ملک ہوشنگ باغی ہوگیا - وہ دولت‌آباد سے بھاگ کر کوکن کے ایک ہندو راجہ بریرہ نامی کے پاس آیا - بادشاہ جلدي جلدي دولت‌آباد پہونچا اور وہاں سے کوکن آیا - کوکن کا محاصرہ کر لیا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ ہوشنگ کو میرے حوالے کردو - راجہ نے جواب دیا کہ ہوشنگ نے میرے پاس پناہ لی ہے میں اسے ہرگز آپ کے حوالے نہیں کر سکتا - یہ بات ہوشنگ کو معلوم ہوئی تو وہ ڈرا - اس نے بادشاہ سے خط کتابت شروع کردی - آخر میں یہ قرار پایا کہ بادشاہ دولت‌آباد واپس چلا جائے - ایسا ہی ہوا - بادشاہ نے دولت‌آباد کا رخ کیا اور ہوشنگ قتلغ خاں کے پاس آگیا - قتلغ خاں نے اسے امان دے دی تو ہوشنگ اپنے اہل و عیال کو اور مال اسباب کو لےکر بادشاہ کے پاس چلا گیا - بادشاہ اس کے آنے سے خوش ہوا اور اسے انعام دیا -

سلطان محمد کی موت کی خبر سن کر تاج الملک نصرت خاں بیدر میں باغی ہو گیا - قتلغ خاں نے اسے بھی مغلوب کیا - ھندوؤں کو موقع ملا تو انھوں نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کردیا - تاریخ فیروز شاھی میں ھے کہ " کنھیّا نایک نے بڑا سر اُٹھایا اور سارے وارنگل پر ھندوؤں کا قبضہ ھو گیا - ملک مقبول نائب وزیز جان بچا کر وارنگل سے نکلا اور دھلی جا پہونچا - اُنھیں دنوں کنھیّا کا ایک عزیز جسے کچھ عرصے پہلے سلطان محمد کمپیلہ بھیج چکا تھا بادشاہ کی اطاعت چھوڑ بیٹھا اور باغی ھو گیا - وارنگل کی طرح کمپیلہ بھی ھاتھ سے نکل گیا اور ھندوؤں کے قبضے میں چلا گیا - سب طرف باغیوں کا غلبہ ھوگیا - کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جہاں بد نظمیاں اور بد عنوانیاں نہ ھوں - جتنی زیادہ بد نظمیاں ھوتی تھیں اُتنی ھی زیادہ بادشاہ رعایا کو سزائیں دیتا تھا ، اور ان سزاؤں کی خبریں جتنی زیادہ اِدھر اُدھر اُڑتی تھیں اُتنی ھی زیادہ خلقت پریشان ھوتی تھی " -

اس عبارت سے تو ظاھر ھوتا ھے کہ بادشاہ نے دکن میں ھندوؤں کی بغاوتیں سن کر کچھ نہ کیا - دھلی میں بیٹھا رھا - قحط کے سبب پریشان تھا - تقاوی تقسیم کرتا رھا - زراعت بڑھانے کی کوششوں میں لگا رھا - مگر کوششیں ذرا بھی کارگر نہ ھوئیں - پانی کا ایک قطرہ نہ برسا - رعایا بد حواس ھوتی چلی جاتی تھی ، غلے کا بھاؤ بڑھتا جاتا تھا ، کل جاندار ھلاک ھوئے جاتے تھے - سبزے اور غلے کی جستجو میں بادشاہ ایک آدہ مرتبہ بداؤں اور کتھر کی سمت نکلا اور چند روز اس نواح میں پھرتا بھی رھا - پھر دھلی واپس آگیا - نہ بارش ھوتی تھی ، نہ فراخی کی کوئی اور صورت نکلتی تھی - ادھر قحط کی مصیبت تھی اُدھر اس سے بھی بڑہ کر یہ کوفت تھی کہ سلطنت کے کام کسی عنوان درست نہ ھوتے تھے -

ضیاالدین برنی کا بیان ادھورا اور نا تمام ھے - نظام الدین بخشی اور حاجی الدبیر نے اُسی کی ادھوری عبارت حرف بحرف لے لی ھے - ابن بطوطہ کے سفر نامے سے ، یحیی بن احمد کی تاریخ مبارک شاھی سے اور ملا عبدالقادر کی منتخبات التواریخ سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی - محمد قاسم فرشتہ نے کچھ روشنی ڈالی ھے - لکھا ھے کہ " انھیں دنوں لدر دیو کا بیٹا کشنا نایک جو وارنگل کے علاقے میں رھا کرتا تھا کرناٹک کے سب سے بڑے حاکم راجہ بلال دیو

کے پاس چلا گیا اور اس سے کہا کہ مسلمان تلنگانے اور کرناٹک میں گھس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم کو یہاں سے نکال دیں - اس امر میں غور کرنا چاہئے - بلال دیو نے اپنے کل سرداروں کو جمع کرکے مشورہ کیا ' اور یہ قرار پایا کہ بلال دیو اپنی قلمرو سے نکل کر اسلامی فوجوں کی گزرگاہ میں اپنا کیمپ قائم کر دے اور معبر اور دھور سمدر اور کمپیلہ کو مسلمانوں کے پنجے سے نکال کر کشنا نایک کے قبضے میں دے دیا جائے - اس قرار داد کے مطابق بلال دیو نے اپنی سرحد کے جنگل میں ایک سخت اور دشوار گزار مقام پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی جس کا نام اپنے بیٹے بجن رائے کے نام پر بیجن نگر رکھا - بیجن نگر ہوتے ہوتے بیجا نگر یا وجیا نگر ہوگیا - پھر پیادوں اور سواروں کی بہت سی فوج کشنا نایک کے ساتھ کردی ' جس کی مدد سے اس نے ملک عمادالملک کو وارنگل سے نکال دیا - عمادالملک نے بھاگ کر دولت آباد میں پناہ لی اور کشنا نایک نے وارنگل پر قبضہ کرلیا - پھر اسے بلال دیو نے کمک بھیجی ' اور معبر اور دھور سمدر بھی مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے -

بادشاہ کی علالت نے ایک قیامت برپا کردی - خبر ہوگئی کہ سلطان محمد دکن سے جلدی واپس چلا گیا - اور پایہ تخت میں پہونچ کر اچھا ہوگیا ' لیکن علالت کے ساتھ میں قحط کی آسمانی بلا اور نازل ہوگئی تھی جس نے ہندوستان میں آگ سی لگادی اور جانوں کا ستھراو کر دیا - نہ پانی برستا تھا نہ قحط کم ہوتا تھا - ہر چند بادشاہ اصلاح کی کوششیں کرتا تھا مگر ایک پیش نہ جاتی تھی - نہ زراعت ہوسکتی تھی نہ رعایا ہی کو چین آتا تھا - اسی وجہ سے سلطان مجبور ہوگیا اور بغاوتیں زور پکڑتی چلی گئیں - آخر سلطان نے رعیت کو عام اجازت دے دی کہ جو چاہے اپنے اہل و عیال کو لےکر گنگا اور جمنا کے زر خیز علاقے میں چلا جائے ' وہاں قحط سے نجات مل جائے گی - بہت سے اپنا گھر بار لے کر اس طرف چلے گئے - آخر میں بادشاہ نے بھی وہیں چھاونی ڈال لی - امیروں اور سرداروں نے اس کی پیروی کی - اسی نواح میں چھپر ڈال ڈال کر اپنے لئے عارضی مکان بنا لئے - اس موضع کا نام سرگدواری رکھا -

یوں تو تاریخ کی سب کتابوں میں تاریخ مبارک شاہی ' طبقات اکبری ' منتخبات التواریخ ' تاریخ گجرات ' تاریخ فرشتہ میں سرگدواری کا حال موجود ہے ' مگر سب سے زیادہ روشنی ڈالنے والا ابن بطوطہ کا سفر نامہ ہے - ابن بطوطہ

خود سرگدواری میں موجود تھا ' اور شاہی کیمپ کے ساتھ ساتھ تھا - وہ لکھتا ھے ''کہ جب ملک میں قحط پڑگیا اور پھیلتا ھی چلا گیا تو بادشاہ اپنا لشکر لےکر دریائے گنگ کے کنارے چلا گیا - یہ جگہ جہاں بادشاہ نے قیام کیا دھلی سے دس منزل تھی - بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وھاں مکان بنائیں - لوگوں نے پھونس کے چھپر ڈال لئے ' مگر چھپروں میں اکثر آگ لگ جاتی تھی - اس سبب سے انھوں نے زمین کے نیچے تہخانے بنائے - آگ لگ جاتی تو لوگ تہخانوں میں اپنا اسباب ڈال کر مٹی سے اس کا منہ بند کر دیتے تھے - میں بادشاہ کے کیمپ میں انھیں دنوں پہونچا - دریائے گنگا کے مغرب میں تو سخت قحط پڑ رھا تھا لیکن مشرق کی طرف ارزانی تھی - امیر عین‌الملک بادشاہ کی طرف سے اودھ ' ظفرآباد اور لکھنو کا حاکم تھا - یہ امیر ھر روز بادشاہ کے کیمپ میں پچاس ھزار من گیہوں اور چاول بھیجا کرتا تھا - مویشیوں کے واسطے چنے بھی بھیجتا تھا - جب بادشاہ نے اپنے ھاتھی ' گھوڑے اور خچر دریا کے مشرقی جانب چرائی کے لئے بھیجے تو عین‌الملک ھی کو ان کی حفاظت کے لئے مقرر کیا........'' سفر نامے میں یہ بھی لکھا ھے کہ بادشاہ ڈھائی برس تک سرگدواری میں رھا -

اس اثنا میں یعنی سنہ ۳۸-۱۳۳۷ع سے ۴۱-۱۳۴۰ع تک پانچ بغاوتیں ھوئیں - پہلی بغاوت بنگالے میں ھوئی ' جسے سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاھئے کہ سلطان محمد نے جب غیاث الدین بہادر کی شورش کو دفع کیا تھا تو اس کی جگہ بہرام خاں کو سنار گاؤں کا حاکم بنا دیا تھا ' اور لکھنوتی کی حکومت جو اب تک بہرام خاں کے پاس تھی قدر خاں کے سپرد کردی تھی - اب بہرام خاں کا انتقال ھوگیا تو فخرا نے بغاوت کا جھنڈا بلند کردیا اور فخرا کے ساتھ بنگالے کا لشکر بھی باغی ھوگیا - قدر خاں قتل ھوگیا ' لکھنوتی کے خزانے لوٹ لئے گئے اور لکھنوتی - ستگاؤں اور سنارگاؤں کے علاقے باغیوں کے ھاتھ آگئے ' اور پھر کبھی بادشاہ کے قبضے میں نہ آئے -

دوسری بغاوت نظام مائین کی کڑے میں ھوئی - تاریخ فیروز شاھی سے معلوم ھوتا ھے کہ نظام مائین ایک بے اصول سا آدمی تھا جس نے شیخی میں آکر کڑے کی مالگزاری کا ٹھیکہ کئی لاکھ تنکوں کے عوض لے لیا - مگر جتنی رقم کا معاھدہ کیا تھا اس کا دسواں حصہ بھی وصول نہ ھوا - اس وقت اُس نے

بغاوت کی ٹھان لی - شاہی چتر اپنے سر پر لگانا شروع کردیا - اور سلطان علاالدین کا لقب اختیار کرلیا - جب یہ خبر بادشاہ کے کیمپ میں پہونچی تو عین‌الملک اپنے بھائیوں کو لیکر لشکر سے نکلا اُسی نے آخر نظام مائین کی شورش کو دفع کیا - نظام مائین گرفتار ہوا اور اس کی کھال کھینچی گئی - لیکن جو سزا اُسے دی گئی اس کا ذمہ دار بادشاہ نہیں ٹھرایا جا سکتا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین‌الملک نے اس بغاوت کا فرو کرنا خود ہی اپنے ذمے لے لیا تھا - اُسی نے نظام مائین کے لئے سزا تجویز کی - بادشاہ اس کے متعلق کوئی حکم جاري نہ کرنے پایا تھا - اس زمانے میں باغی کا ہلاک ہو جانا ہی بہتر سمجھا جاتا تھا - نظام مائین ہلاک ہوگیا تو اس کی جگہہ بادشاہ نے اپنے بھانجے داماد شیخ زادہ بسطامی کو کڑے کا حاکم بنادیا -

تیسری بغاوت شہاب سلطانی کی بیدر میں ہوئی - کچھ عرصے پہلے بادشاہ نے اُسے نصرت خاں کا خطاب دے کر بیدر کا جاگیر دار بنادیا تھا - اور اس نے تین سال کے لئے سارے علاقے کا ٹھیکہ ایک کرور تنکوں کے عوض لے لیا تھا - لیکن جتنا مال شہاب سلطانی نے خزانے سے لیا تھا اس کا تین چوتھائی بھی باوجود بڑي بڑي کوششوں کے ادا نہ کرسکا - آخر باغی ہوگیا - اور بیدر کے قلعے میں ہو بیٹھا - اس کي سرکوبی کے لئے بادشاہ نے دکن سے قتلغ خاں کو نامزد کیا - قتلغ خانی لشکر کے ساتھ دہلی کے بعض امیر اور ملک بھی گئے ' اور دھار کی فوج بھی گئی - سب نے مل‌کر قلعے پر قبضہ کرلیا ' اور شہاب سلطاني کو گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس بھیج دیا - بیدر پھر بادشاہ کے قبضے میں آگیا -

چوتھي بغاوت علی شاہ کی تھی ' یہ بھی بیدر میں ہوئی - علی شاہ قتلغ خاں کے ماتحت دیو گڑھ کا امیر صدہ تھا - روپیہ وصول کرنے کی غرض سے گلبرگہ گیا تھا - اس نے ان علاقوں کو افسروں سے بالکل خالي پایا ' اور دیکھا کہ وہاں سوار ہیں نہ پیادے ' مقطع ہیں نہ والي ' یہ دیکھ کر اس کی نیت بد ہوگئی - اپنے بھائیوں سے مل‌گیا اور ان کی سازش سے باغي ہوگیا - گلبرگہ کے تحصیلدار بھیروں भैरों نامی کو دھوکے سے قتل کردیا اور اس کا سب مال لوٹ لیا - پھر بیدر پہونچا ' اور وہاں کے نائب حاکم کو قتل کیا - گلبرگہ کی طرح بیدر پر بھی اب علی شاہ کا قبضہ ہوگیا - یہ خبریں بادشاہ نے

سنیں تو اُس نے قتلغ خاں کو علی شاہ کی سرکوبی کے لئے نام زد کیا - اس کے ساتھ بہت سے امیر گئے اور دھار کی کچھ فوج بھی بھیجی - قتلغ خاں دیوگڑھ سے روانہ ہوا تو اس کے ساتھ خاصا بڑا لشکر تھا - بیدر کے قریب لڑائی ہوئی - علی شاہ شکست کھاکر قلعے کی طرف بھاگا اور قلع نشین ہو گیا - قتلغ خاں نے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کرلیا اور علی شاہ کو مع اس کے بھائیوں کے گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس سرگدواری بھیجدیا - بادشاہ نے ان سب کو غزنی کی طرف جلاوطن کردیا - کچھ عرصے کے بعد قضا نے ان کو آگھیرا وہ پھر ہندوستان میں آگئے ' اس وقت بادشاہ نے اُنھیں قتل کرا دیا -

پانچویں بغاوت عین‌الملک کی اور اس کے بھائیوں کی تھی - یہ بغاوت سرگدواری میں ہوئی اور سارے اودھ میں ظفرآباد تک پھیل گئی - عین‌الملک بادشاہ کا ہم نشین تھا اور بادشاہ اس پر مہربان بھی تھا ' مگر اُسے بادشاہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا ' اس کے غصے سے ڈرتا رہتا تھا ' ہلاکت اور تباہی کا ہولناک منظر اس کے پیش نظر رہتا تھا - ایک دن اس نے اپنے بھائیوں کو مع لشکر کے سرگدواری سے کچھ فاصلے پر بھیج دیا - جہاں انہوں نے چھاونی ڈال لی اور سرگدواری کے جنگل میں سے بادشاہ کے مویشی پکڑ لے گئے اور چھاونی میں لے جاکر بند کردیا - آدھی رات کے قریب عین‌الملک بھی سر گدواری سے چل پڑا - سب بھائیوں نے مل کر گنگا کو عبور کیا - بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے کئی مقامات سے ' دہلی ' سامانہ ' برن اور کول سے فوجیں منگوائیں - لشکر جمع ہو گیا تو جنگ کی تیاریاں شروع کردیں - تیاریاں ہوگئیں تو بادشاہ لشکر لے کر قنوج کی طرف روانہ ہوا - شہر سے کچھ فاصلے پر اُس نے اپنا ڈیرہ ڈال دیا - عین‌الملک کے بھائی جنگ کے معاملے میں ناتجربہ کار تھے - انہوں نے شاہی ڈیرے کے مقابل میں اپنے پرے جما دئے اور جب آدھی رات گزر گئی تو بادشاہ کی چھاونی پر تیر برسانے لگے - صبح ہوتے تک شاہی فوجیں بھی جنگ کے لئے میدان میں آگئیں ' لڑائی کا بازار گرم ہوگیا - عین‌الملک کے دونوں بھائی جو اس کے لشکر کے سردار تھے مارے گئے ' لشکر تہ و بالا ہو گیا ' عین‌الملک گرفتار ہوگیا ' اس کے ساتھی بھاگ گئے ' بارہ تیرہ کوس تک ان کا تعاقب کیا گیا ' بہتیرے کام آے - عین‌الملک بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ کو ترس آگیا - کہنے لگا " عین‌الملک اپنی ذات سے نیک ہے اور بے جرم ہے ' وہ تو اوروں کے کہنے میں آگیا تھا - پر ہے بڑا تجربہ کار اور

هلر ملد " - اتنا کهه کر بادشاه نے اُس کو آزاد کردیا ' اور آزاد هی نهیں کیا
بلکه دوباره طلب کرکے اسے خلعت عطا کیا اور انعام بهی دیا اور اس کے بیٹوں
کی بهی جان بخشی کی -

یہاں تک بیان ضیاالدین برنی کا تها - لیکن جو بات ابن بطوطه کے
بیان میں هے وه ضیاالدین برنی کے بیان میں کہاں ؟ ابن بطوطه نے جو کچھ
لکها هے آنکهوں سے دیکهه کر لکها هے ' وه خود بادشاه کے کیمپ میں موجود تها -
وه لکهتا هے " که عین الملک کے بهائیوں نے یه سازش کی که بادشاه کے مویشی
بهگا کر لے جائیں اور عین الملک سے ساز باز کرکے اسی کو اپنا بادشاه بنالیں -
دن کو عین الملک کے بهائی بهاگے - رات کو عین الملک بهی بهاگا - قریب تها که
ان لوگوں کا کام بن جائے اور بادشاه کو خبر بهی نه هو - لیکن بادشاه کا غلام ملک
شاه نامی عین الملک کے پاس رها کرتا تها ' اس نے بادشاه کو عین الملک کے
بهاگ جانے کی خبر دے دی - اُس وقت بادشاه گهبرا گیا - سمجها که قضا
آگئی - اس کے گهوڑے اور هاتهی عین الملک کے پاس تهے اور غلے تک کا انتظام
اسی کے هاتهه میں تها - شاهی فوجیں ایک جگه نه تهیں ' مختلف
مقاموں میں پهیلی هوئی تهیں - بادشاه نے وزیروں سے مشوره کیا - رائے
یه قرار پائی که دشمن سے مقابله کیا جائے - چنانچه قریب قریب کی فوجوں
کو خط لکهه لکهه کر بلا لیا گیا - اگر سو آدمی آتے تو بادشاه هزار آدمی ان کے
استقبال کے لئے بهیج دیتا - اس طرح وه گیاره سو هوکر شاهی کیمپ میں
داخل هوتے - مطلب یه تها که دشمن کی نظروں میں شاهی فوجوں کی تعداد
بهت معلوم هو - فوجیں جمع هوگئیں تو بادشاه نے دریا کے کنارے کنارے بڑهنا
شروع کیا - اس کا اراده تها که قنّوج تک پهونچ کر قلعه نشین هو جائے -
لیکن قنّوج وهاں سے تین منزل تها - جب اول منزل طے کرچکا تو لشکر کی
صف بندی کی اور لڑائی کے واسطے آماده هوگیا - لشکر کو بهی آماده کیا -
تین دن تک بادشاه نه تو آرام سے خیمے میں سویا اور نه کبهی سائے میں
بیٹها - ایک دن اپنے خیمے میں بیٹها هوا تها ' یکایک میرے نوکر نے مجهے
آواز دی - " صاحب - جلدی باهر آیئے " - میں باهر نکلا تو اس نے
کہا " بادشاه نے ابهی حکم دیا هے که جس شخص کے ساتهه عورتیں یا لونڈیاں
هوں اسے قتل کردیا جائے " - میرے ساتهه تین لونڈیاں تهیں......میں نے ان
سب کو کمپیله کے قلعے میں جو وهاں سے تین کوس کے فاصلے پر تها بهیج دیا -

کیمپ میں کوئی عورت باقی نہ رہی - بادشاہ کے ساتھ بھی کوئی عورت نہ تھی - غرض وہ رات ہم نے تیاری میں گزاری ' جب دن ہوا تو بادشاہ نے لشکر کے کئی دستے کردیئے - ہر دستے کے ساتھ زرہ پوش ہودج والے ہاتھی مقرر کئے - جن پر سپاہی بیٹھے ہوئے تھے - سپاہیوں کو حکم ہوا کہ زرہ پہن لیں - سب نے زرہ پہن لی اور لڑائی کے لئے تیار ہوگئے - یہ دوسری رات بھی ہم نے تیاری میں بسر کی - تیسرے دن خبر ملی کہ عین‌الملک دریا کے پاس آگیا ہے - بادشاہ کو اندیشہ ہوا کہ وہ دریا پار کے امیروں سے سازش کرکے آیا ہے - یہ سوچ کر آگے بڑھنا شروع کیا اور بہت تیزی سے چلا - عصر کا وقت تھا کہ قنّوج جا پہونچا - اُسے خوف یہ تھا کہ کہیں عین‌الملک پہلے سے پہونچ کر قنّوج پر قبضہ نہ کرلے - غرض بادشاہ رات بھر لشکر کو درست کرتا رہا - صبح ہوتے ہم بھی لشکر میں داخل ہوئے - ہم لشکر کے اگلے حصے میں تھے - بادشاہ کے چچازاد بھائی ملک فیروز کے ساتھی اور چند خراسانی امیر بھی ہمارے ساتھ تھے - بادشاہ نے ہم کو اپنے خواص میں شامل کرلیا اور کہا " تم لوگ میرے ساتھ رہو " اور اسی میں خیر ہوی - کیونکہ عین‌الملک نے پچھلی رات کو لشکر کے اگلے حصے پر چھاپہ مارا - خواجہ جہاں وزیر بھی اسی حصے میں شامل تھا بڑا شور پڑا - بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے اور تلواروں کے ذریعے لڑائی کی جائے - سارا لشکر تلواریں کھینچ کر دشمن کی طرف بڑھا - گھمسان کی لڑائی ہوئی - رات ہوگئی تو بادشاہ نے اپنی علامت " دہلی " اور " غزنی " مقرر کردی - جب ہمارے لشکر کا کوئی سوار دوسرے سے ملتا تھا تو دلّی کا لفظ کہتا تھا - دوسرا جواب میں " غزنی " کہتا تو معلوم ہو جاتا کہ وہ ہمارے ہی لشکر کا ہے ' ورنہ اسے قتل کردیا جاتا - عین‌الملک خاص بادشاہ کے ڈیرے پر چھاپہ مارنا چاہتا تھا لیکن رہبر نے اسے دھوکا دیا - نتیجہ یہ ہوا کہ عین‌الملک بجائے بادشاہ کے ' وزیر کے ڈیرے پر جا پڑا - اس نے غصہ میں آکر رہبر کو مارڈالا - وزیر کے لشکر میں عجمی ' ترکی اور خراسانی بہت تھے اور چونکہ وہ ہندیوں کے دشمن تھے اس لئے خوب جی توڑ کے لڑے - عین‌الملک کا لشکر پچاس ہزار کے قریب تھا ' مگر صبح ہوتے تک اس کا نام نشان بھی نہ رہا - سب بھاگ گئے - اس وقت عین‌الملک نے اپنے نائب ابراھیم تاتاری سے کہا " ابراھیم ! اب کیا رائے ہے ؟ لشکر میں جو بہادر تھے وہ تو بھاگ گئے - تمہاری رائے ہو تو ہم بھی

بھاگ چلیں " لیکن ابراھیم عین الملک سے پھر گیا تھا - اس نے اپنے ساتھیوں سے سازش کرلی اور اپنی زبان میں ان سے یہ کہدیا کہ " جب عین الملک بھاگنے کو ھوگا تو میں اس کی زلفیں پکڑ لونگا اور جس وقت میں اس کی زلفیں پکڑوں تو تم اس کے گھوڑے کو چابک مار کر اُسے نیچے گرا دینا - پھر ھم اسے پکڑکر بادشاہ کے پاس لے جائینگے - اس خدمت کے صلے میں شاید بادشاہ میرا قصور معاف کردے " ایساھی ھوا - جونھی عین الملک نے بھاگنے کا قصد کیا - ابراھیم نے زور سے اس کی زلفیں پکڑلیں اور کہا " سلطان علاالدین کہاں جاتے ھو ؟ " ابراھیم کے ساتھیوں نے عین الملک کے گھوڑے کو چابک مارکر بھگا دیا - عین الملک زمین پر گر پڑا ' اور ابراھیم نے اسے قابو میں کر لیا اور جب وزیر کے ملازم اُسے پکڑنے کو آئے تو بولا " تم رھنے دو میں خود ھی وزیر کے پاس لے جاؤنگا ؛ ورنہ لڑ لڑ کر مر جاؤنگا " - غرض ابراھیم عین الملک کو وزیر کے پاس لے گیا - صبح ھو چکی تھی - بادشاہ کی خدمت میں ھاتھی اور جھنڈے پیش کئے جا رھے تھے - میں بھی دیکھ رھا تھا - کسی عراقی نے مجھ سے کہا کہ "عین الملک پکڑا گیا - اب اسے وزیر کے پاس لائے ھیں " مجھے یقین نہ آیا - تھوڑی دیر میں ملک تیمور شربدار آیا - اس نے میرا ھاتھ پکڑ کر کہا مبارک ھو عین الملک پکڑا گیا - اب وہ وزیر کے پاس ھے - یہ خبر بادشاہ نے سنی تو وہ عین الملک کے کیمپ کی طرف گیا - میں بھی بادشاہ کے ساتھ ساتھ تھا - سپاھیوں نے عین الملک کے کیمپ کو لوٹ لیا - اس کے بہت سے ساتھی دریا میں گھس گئے اور ڈوب کر مر گئے - بادشاہ نے وھیں ایک گھاٹ پر قیام کیا - تھوڑی دیر میں وزیر عین الملک کو لے کر آیا - عین الملک بیل پر سوار تھا اس کا بدن ننگا تھا - صرف ایک پرانے کپڑے کا لنگوٹ لپٹا تھا - جس کا ایک سرا اس کی گردن میں بندھا ھوا تھا - غرض وزیر نے اسے شاھی کیمپ کے دروازے پر کھڑا کر دیا اور خود اندر جا کر بادشاہ کو اطلاع دی - بادشاہ نے عین الملک کے لئے شربت بھیجا - پھر ملک کبیر کے ذریعے اس سے دریافت کیا کہ " بغاوت کی وجہ کیا تھی " ؟ عین الملک نے کچھ جواب نہ دیا - بادشاہ نے حکم دیا کہ " عین الملک کو غریبوں کے سے کپڑے پہنائے جائیں ' اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈالی جائیں اور دونوں ھاتھ گردن سے باندہ کر وزیر کے سپرد کردیا جائے ' - عین الملک تو گرفتار ھوا اور اس کی یہ گت بنی ' مگر اس کے بھائی بھاگ کر دریا پار پھونچ گئے - بھاگتے وقت انھوں نے اپنی بھاوج یعنی عین الملک کی

زوجہ سے کہا - "بھابھی تم بھی بچوں کو لےکر ہمارے ساتھ چلو" اس نیک بخت نے جواب دیا "ھندوؤں کی عورتیں تو اپنے خاوند کے ساتھ جل جل کر مرجاتی ھیں ' کیا میں ان سے بھی گئی گزری ھوگئی ؟ اگر میرے خاوند کو مرنا ھے تو میں بھی مر جاؤنگی اگر وہ جی بچا تو میں بھی جیوں گی" - عین الملک کی زوجہ کا یہ جواب بادشاہ نے سنا تو بہت خوش ھوا اور جب وہ عورت اپنی نند کے ساتھ اس کے سامنے لائی گئی تو اس نے اُن دونوں کے لئے عین الملک کے خیمے کے پاس ایک خیمہ لگوا دیا اور وزیر کو اُن کا نگراں مقرر کر دیا - عین الملک اپنے حرم میں جاکر کچھ دیر بیٹھتا تھا - اور پھر قید خانے میں آجاتا تھا -

واقعی عین الملک بڑی شخصیت ' بڑی اھلیت اور بڑی قابلیت کا آدمی تھا - اسی وجہ سے سلطان محمد نے اس کی جان بخشی کی اور اس پر انعام اکرام کیا اور اس کی خاطر دوسروں کے قصور معاف کردئے -

یہ مرحلہ طے ھوا تو بادشاہ سرگدواری سے روانہ ھوگیا - اب بارش ھو چکی تھی اور قحط بھی دور ھو چلا تھا - بادشاہ سرگدواری سے بہرایچ پہونچا - وھاں سالار مسعود غازی کے مزار کی زیارت کی اور مزار کے مجاوروں پر بہت بخشش کیں اور مقبرہ بنوایا - پھر دھلی کا رخ کیا - دھلی پہونچ کر رعایا پر بخششیں کیں ' بہت سے محصول معاف کردئے اور عدالت کو بھی سُدھارا - سفر نامے میں لکھا ھے کہ "سنہ ۷۴۱ھ [۱] میں سلطان محمد نے حکم دیا کہ سوائے زکواۃ اور عشر کے سب محصول معاف کر دئے جائیں - اور خود ھفتے میں دو دن پیر اور جمعرات کو انصاف کرنے کی غرض سے دیوان خانے کے سامنے ایک میدان میں بیٹھنے لگا - اس وقت شاھی پیشی میں چار عہدہ دار ' ایک امیر حاجب ' دوسرے خاص حاجب ' تیسرے سیدالحجاب اور چوتھے شرف الحجاب حاضر رھتے تھے - ان سب کو اجازت تھی کہ جو شکایت ھو بادشاہ کے حضور میں پیش کریں - دیوان خانے کے چاروں دروازوں پر بادشاہ کے چار امیر مقرر رھتے تھے - اُنھیں ھدایت تھی کہ جو فریادی آئے اس کی فریاد فوراً لکھ کر عدالت میں بھیج دیں" اگر پہلے دروازے والا امیر فریادی کی فریاد لکھ بھیجتا تو خیر ورنہ فریادی دوسرے دروازے پر آتا تھا - اگر

---

[۱]— سنہ ۱۳۴۰ع

دوسرے دروازے والا امیر بھی نہ لکھتا تو فریادی تیسرے دروازے پر جاتا۔ وہاں بھی نا کام رہتا تو چوتھے دروازے پر پہونچتا۔ اگر سب انکار کردیتے تو وہ صدر جہاں قاضی القضاۃ کے پاس جاتا۔ اگر صدر جہاں بھی اس کی فریاد نہ لکھتا تو پھر اُسے بادشاہ کے پاس چلے جانے کی اجازت تھی۔ بادشاہ امیروں سے باز پرس کرتا۔ اگر اُسے امیروں کی بے پرواہی کا یقین ہو جاتا تو ان کو سزا دیتا۔ دن بھر میں جتنی فریادیں لکھی جاتیں وہ سب رات کو بادشاہ کے سامنے پیش کی جاتیں۔ عشا کی نماز کے بعد وہ ان کا مطالعہ کیا کرتا۔

محصولوں کی معافی اور عدالت کی درستگی کے ساتھ ھی ساتھ سلطان محمد نے خلیفہ عباسی کی بیعت کا ارادہ کیا۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ھے کہ بادشاہ سرگدواری سے لوٹ کر دھلی پہونچا تو اُسے یہ خیال آیا کہ خلفائے عباسیہ کی اجازت بغیر بادشاہت کرنے والا ظالم ھے۔ یہ سوچ کر اس نے غیر ملک کے باشندوں سے اور دور دور کے آنے جانے والوں سے خلفائے عباسیہ کی بابت دریافت کرنا شروع کیا۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ عباسیہ خاندان کا ایک خلیفہ مصر میں موجود ھے۔ بادشاہ نے اسی سے بیعت کر لی۔ امرا نے بھی ایساھی کیا۔ پھر بادشاہ نے خلیفہ کے ساتھ خط کتابت شروع کی اور ایک ایک بات اس کو لکھ لکھ کر بھیجنے لگا۔ سرگدواری سے چل کر جب بادشاہ پایہ تخت میں پہونچا تو اس نے جمعہ کی اور عید کی نمازیں بلد کردیں۔ سکّہ بجائے اپنے نام کے خلیفہ کے نام کا چلا دیا، اور خلیفہ کا نام مع القاب کے سکّوں پر نقش کرایا، اور طرح طرح سے خلفاے عباسیہ کے ساتھ خلوص اور محبت کا اظہار کرنے لگا، جسے تفصیل کے ساتھ لکھنا بھی ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ سنہ ۷۴۴ھ میں خلیفہ کا ایلچی حاجی سعید صرصری مصر سے دھلی آیا اور خلیفہ کا فرمان۔ علم اور خلعت بادشاہ کے پاس لایا۔ حاجی سعید صرصري ابھی شہر تک پہونچنے نہ پایا تھا کہ بادشاہ امیروں، سرداروں، صوفیوں اور عالموں کو لے کر استقبال کے لئے نکلا اور پانچ کوس تک پا پیادہ گیا۔ خلیفہ کے بھیجے ہوئے خلعت اور فرمان کو سر پر رکھا، پھر حاجی سعید صرصری کی قدمبوسی کے لئے جھکا اور اس پر سونا نچھاور کرایا۔ جمعہ اور عید کی نمازیں بھی جاری کرادیں۔ جمعہ کی نماز میں جب خطبہ پڑھا گیا اور خطیب کی زبان سے خلیفہ کا نام نکلا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ

سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے طبق لٹائے جائیں - حکم کی تعمیل کی گئی - اور سونے چاندی سے بھرے طبق حاجی سعید صرصری پر سے نچھاور کر دئے گئے - سلطان ہر جمعے کو پا پیادہ مسجد تک جایا کرتا ' اپنے کل سرداروں اور امیروں کو بھی لے جاتا ' نماز میں شریک ہوتا اور خطبہ سنتا اور خلیفہ کا نام جو خطبے میں لیا جاتا خاص طور سے خیال رکھتا - جن بادشاہوں نے خلیفہ کی بیعت نہیں کی تھی ان کے نام سلطان محمد نے خطبے میں سے نکال دئے - صرف اُن ہی بادشاہوں کے نام باقی رکھے جنھوں نے خلیفہ سے بیعت کرلی تھی اور اس کی اجازت حاصل کرلی تھی - اس نے یہ بھی حکم دیا کہ خلیفہ کا نام مع القاب کے زربفت کے ٹکڑوں پر اور قیمتی قیمتی کپڑوں پر لکھا جائے - پھر اپنی قلم سے خلیفہ کے نام ایک خط لکھا جسے بیش بہا اور بےنظیر موتیوں کے ساتھ مصر بھیج دیا -

سلطان محمد کو خلیفہ کے ساتھ بلا کی عقیدت تھی ' اگر اس کا بس ہوتا ' اور راستے میں لٹنے کا ڈر نہ ہوتا تو شاید سارا کا سارا خزانہ ہی اٹھا کر وہ دہلی سے مصر بھیج دیتا اور خود خلیفہ کی بغیر اجازت پانی تک نہ پیتا - خلیفہ کی خاطر اس نے اس درجہ کی کہ ملک کبیر جیسے غلام کو جو خوبیوں میں اور وفاداری میں بےنظیر تھا مصر بھیج دیا - ملک کبیر دربار کا سر جاندار تھا - اور اپنی نیکیوں اور فضیلتوں کی بدولت نائب سلطان کہلانے کا مستحق تھا - بادشاہ نے اسے خلیفہ کے حوالے کر دیا ' اور یہ دستاویز لکھدی کہ ملک کبیر کو میں نے ہمیشہ کے لئے خلیفہ کی نذر کیا ' جب تک وہ زندہ رہے خلیفہ کی خدمت میں دئے -

اس واقعے کے دو سال بعد دربار میں یہ خبر آئی کہ مصر کا شیخ الشیوخ خلیفہ کا حکم نامہ اور خاص خلعت لےکر دہلی آرہا ہے - بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر میں آرایش کی جائے - حکم کی تعمیل ہوگئی تو وہ خلیفہ کا علم ہاتھ میں لےکر اور اس کا اجازت نامہ سر پر رکھ کر محل کے دروازے سے نکلا اور قلعے سے صحن تک پا پیادہ گیا ' وہاں شیخ کا بڑے تکلف سے خیر مقدم کیا ' اور اس قدر تعظیم تکریم کی کہ دیکھنے والے حیران ہوگئے - کہاں تک لکھوں ؟ اگر ذرا تفصیل کروں تو اسی عقیدت کے حال میں ایک مجلّد کتاب بن جائے - مختصر یہ کہ بادشاہ اُٹھ رہا ہو یا بیٹھ رہا ہو ' کسی سے بات کر رہا ہو یا کسی کی

سن رہا ہو ' مال لے رہا ہو یا دے رہا ' سلطنت کے کاموں میں مصروف ہو یا اور کسی شغل میں ' ہر وقت اس کی زبان پر خلیفہ کا نام جاری رہتا تھا -

شیخ الشیوخ کے استقبال سے بادشاہ فارغ ہوگیا تو حکم دیا کہ جتنے آدمی غیر ملکوں سے آئے ہیں وہ سب خلیفہ کے اجازت نامے کو دیکھیں اور بیعت کریں - اس دن سے بادشاہ کی منشا کے مطابق قران مجید کے ساتھ ساتھ خلیفہ کا حکم نامہ بھی دربار میں رکھا جاتا - کل امیر اور سردار اس حکم نامے کو دیکھ دیکھ کر خلیفہ کی بیعت کرتے اور اس مضمون کے خط لکھ لکھ کر خلیفہ کو بھیجتے - اسی دن سے یہ بھی دستور ہوگیا کہ ترک ہوں یا مغل ' امیران ہزارہ ہوں یا امیران صدہ ' سردار ہوں یا ان کی عورتیں ' غرض جو جو بھی غیر ملکوں سے آتے پہلے اُن سے خلیفہ کی بیعت لی جاتی اس کے بعد بادشاہ کی طرف سے انہیں انعام اکرام ملتا -

سلطان محمد خلیفہ کے سفیروں اور پیغام بروں کی اتنی تعظیم کرتا جتنی غلام بھی اپنے آقا کی نہیں کرتے - حد ہوگئی کہ بادشاہ حاجی سعید صرصری ' حاجی رجب برقعی اور شیخ الشیوخ مصری کے قدموں میں سر رکھ رکھ دیتا ' اور ان کے پیروں پر آنکھیں ملتا - ایسی عظمت و شان والے بادشاہ کو لوگ خلیفہ کے آدمیوں کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے دیکھتے تو بڑا تعجب کرتے اور آپس میں کہتے '' اس بادشاہ کو خلیفہ سے کس درجہ محبت ہے ! - معلوم ہوتا ہے کہ جو سانس لیتا ہے خلیفہ کی محبت میں لیتا ہے ' یہ کیسی محبت ہے ؟ کیسی عقیدت ہے ؟ کہ خلیفہ کے قاصدوں ہی کی خاطر تواضع میں سلطان بچھا چلا جاتا ہے ' اگر کہیں وہ خود خلیفہ کو دیکھ لے تو خدا جانے کیا حالت ہو ؟ ''

مخدوم زادہ عباسی بغداد سے دہلی آیا تو بادشاہ اس کے استقبال کے لئے پالم تک گیا - پھر خدا جانے کن کن طریقوں سے اس کی تعظیم تکریم کی - لاکھوں روپئے اسے بخش دئے ' اور خزانے کے خزانے سونپ دئے - جب وہ دربار میں آتا تو بادشاہ اسے دور سے دیکھ کر تخت سے اتر پڑتا اور استقبال کی غرض سے کئی قدم آگے بڑھتا - بھرے دربار میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیتا دیکھنے والے حیران رہ جاتے - عید آتی یا دربار عام ہوتا تو بادشاہ مخدوم زادے کو بلاکر اپنے برابر تخت پر بیٹھاتا اور خود اس کے سامنے ادب سے دو زانو بیٹھتا '

جب وہ واپس جانے کی غرض سے اٹھتا تو بادشاہ بھی کھڑا ہو جاتا ' امرا بھی کھڑے ہو جاتے ' سب ہر وقت بادشاہ کی طرح مخدوم زادے کی تعظیم کیا کرتے - غرض مخدوم زادے پر بادشاہ بےحد مہربان تھا - دس لاکھ تنکے اسے نقد دئے ' قلموج کا سارا علاقہ دیا ' اور سیری کا محل اسے سونپ دیا - اس کے علاوہ سیری شہر کی جو آمدنی تھی وہ بھی اس کی نذر کر دی اور متفرق زمینوں کے ٹکڑے بھی دئے ' حوض دئے ' اور باغ دئے -

ابن بطوطہ نے لکھا ھے " کہ مخدوم زادے کا نام امیر غیاث‌الدین محمد تھا ' عباسیہ خاندان سے تھا ' بغداد کا رھنے والا تھا ' بغداد سے وہ ماوراالنھر کے بادشاہ طرمشیرین کے پاس آیا تھا - وھاں اس نے سنا کہ ھندوستان کے بادشاہ کو بنی عباس سے بڑی عقیدت ھے - یہ سن کر اس نے دو قاصد سلطان محمد کے پاس بھیجے - سلطان نے اس کے متعلق تحقیق کی - تصدیق ہوگئی تو امیر غیاث‌الدین کے قاصدوں کو پانچ ہزار دینار دئے اور اسے بلانے کے لئے اپنے ھاتھ سے ایک خط لکھا - خط کے ساتھ تیس ہزار دینار بطور سفر خرچ کے بھیجے ' اس پر امیر غیاث‌الدین روانہ ہوگیا ' جب سندھ پہونچا تو بادشاہ کی طرف سے اس کا استقبال ہونے لگا - جس شہر میں پہونچتا اس کے قاضی بڑھ بڑھ کر استقبال کرتے - پالم تک یہی حال رہا ' وہاں بادشاہ خود آ پہونچا ' امرا اس کے جلو میں تھے - غیاث‌الدین نے بادشاہ کو دیکھا تو گھوڑے پر سے اتر پڑا - بادشاہ نے بھی سواری چھوڑ دی - غیاث‌الدین نے زمین چومی تو بادشاہ نے بھی چومی - امیر غیاث‌الدین نے کپڑوں کے تھان اور کئی چیزیں بطور نذر کے پیش کیں - بادشاہ نے شکریے کے ساتھ نذر قبول کر لی اور امیر غیاث‌الدین کو جھک کر سلام کیا ' پھر ایک تھان کو لے کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا ' اتنے میں گھوڑے لائے گئے - بادشاہ نے ایک گھوڑے کو پکڑ کر امیر کے سامنے کھڑا کر دیا ' اور اپنے ھاتھ سے اس کی رکاب پکڑ کر کہا آپ سوار ہو جائیے - امیر غیاث‌الدین سوار ہو چکا تو بادشاہ بھی سوار ہوگیا ' پھر امرا بھی سوار ہوئے - شاہی چتر بادشاہ کی طرح امیر غیاث‌الدین پر بھی لگایا گیا ' اس کے بعد بادشاہ نے اپنے ھاتھ سے امیر کو پان دیا - یہ سب سے بڑی خاطر تھی ' کیونکہ بادشاہ کسی کو اپنے ھاتھ سے پان نہیں دیا کرتا تھا - جب وہ شہر کے قریب پہونچے تو شاہی خیمے شہر کے باھر لگا دئے گئے - انہیں میں بادشاہ نے اور امیر غیاث‌الدین نے قیام کیا - یہاں بھی بادشاہ امیر کی ویسی ھی خاطر کرتا

رہا - صبح کو شہر میں داخلہ ہوا - وہاں بادشاہ نے امیر کی سکونت کے لئے سیری کا محل مقرر کیا اور سیری کا سارا شہر مع مکانوں ' باغوں ' زمینوں اور گوداموں کے امیر غیاث الدین کی جاگیر میں دے دیا - اسی پر بس نہیں کی - سو گانوں اور دئے اور دہلی کے مشرق میں بعض علاقوں کی حکومت بھی دے دی اور تیس خچر مع سنہری زینوں کے اس کے حوالے کئے - خچروں کا چارا دانہ بھی سرکاری گودام سے مقرر کیا - پھر اور عزت بڑھائی اور یہ اجازت دے کر کہ شاہی محل میں داخل ہوتے وقت گھوڑے سے نہ اُترے اور امتیاز بخشا - امیر غیاث الدین بغیر کسی روک ٹوک کے گھوڑا دوڑاتا محل کے اندر آ جاتا اور جس مقام تک بادشاہ سوار ہوکر آتے تھے اسی مقام تک وہ بھی سوار ہوکر جاتا ' اس سے بڑھ کر کون سا اعزاز ہوسکتا تھا ؟

سیری کے محل کی صفائی اور اس کی آرایش کا انتظام بادشاہ نے اپنے ذمے لے لیا - چند امیروں کو ساتھ لے کر وہ خود محل کے اندر گیا - صفائی اور آرایش ہوگئی تو بہت سا سامان مہیا کیا ' جس میں سونے چاندی کے برتن تھے اور سونے کا ایک غسل خانہ تھا - امیرغیاث الدین محل میں داخل ہوگیا تو بادشاہ نے اسے چار لاکھ دینار بطور سرشوی کے بھیجے اور تین سو دینار روزانہ جیب خرچ کے لئے مقرر کر دئے - جب کبھی امیر دربار میں آتا اور بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا تو اسے دیکھتے ہی تخت سے اتر پڑتا اور اگر کرسی پر بیٹھا ہوتا تو کھڑا ہو جاتا ' اور غیاث الدین کو اپنے برابر بٹھا لیتا - ایک مرتبہ امیر غیاث الدین بادشاہ سے ناخوش ہوگیا - وجہ یہ تھی کہ غزنی کا بادشاہ بہرام ہندوستان میں آیا تو سلطان محمد نے اسے سیری کے شہر میں ٹھہرا دیا ' اور وہیں اس کے لئے محل بنوانا چاہا - اس پر امیر ناخوش ہوگیا - سیری کا شہر سلطان امیر کو دے چکا تھا اور امیر کی بہرام سے پرانی دشمنی بھی تھی - بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو دس امیروں کے ساتھ امیر غیاث الدین کے مکان پر آیا اور معذرت کرنے لگا - امیر نے بادشاہ کا عذر مان لیا ' مگر بادشاہ کو اطمینان نہ ہوا - کہنے لگا جب تک آپ میری گردن پر اپنا پیر نہ رکھ دیں گے اس وقت تک مجھے آپ کی رضا مندی کا یقین نہ آئیگا - امیر غیاث الدین نے انکار کیا - بادشاہ نے اصرار کیا اور اپنے سر کی قسم دے کر کہا یہ کرنا ہوگا - اتنا کہہ کر بادشاہ نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی - ملک قبولہ نے امیر غیاث الدین کا پاؤں اپنے ہاتھ

سے اٹھا کر بادشاہ کی گردن پر رکھ دیا - اس وقت بادشاہ کھڑا ہوگیا اور بولا ' اب مجھے آپ کی رضامندی کا یقین ہوگیا - ایسی عجیب و غریب حکایت میں نے کسی بادشاہ کے متعلق آج تک نہیں سنی '' -

سلطان محمد کے اس طرز عمل نے ضیا الدین برنی اور ابن بطوطہ دونوں کے ہوش حواس گم کر دئے اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا - لیکن ہمیں تو اس میں نہ حیرانی ہے نہ پریشانی - سلطان محمد پندرہ سولہ برس کی کشمکش بھگت چکا تھا - اس دوران میں جو زیادتیاں ہوئیں تھیں یا جو غلطیاں ہوگئی تھیں ان کی تلافی کیا ہوسکتی تھی ؟ سلطان نے اس پر غور کیا اور آخر میں جو کچھ کیا بطور کفارے کے کیا - خلافت کے ذریعے اس نے ایک نیا ڈول ڈالنا چاہا اور مناسب بھی یہی تھا - بادشاہ نے ایک طرف تو خلافت کے ذریعے خاص و عام کے خیالات بدلنے چاہے ' دوسری طرف اصلاحیں شروع کر دیں ' اور اس غرض سے وہ کئی سال تک دہلی میں رہا - تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان محمد چار سال تک دہلی میں ٹھہرا رہا اور اس عرصے میں اصلاحیں کرتا رہا - پیداوار بڑھانے کی غرض سے کاشتکاری کا ایک نیا محکمہ قائم کیا جس کا نام محکمۂ امیر کوہی رکھا - اس میں نئے نئے عہدے دار مقرر کئے - زمین کو تیس تیس مربع گز ٹکڑوں میں تقسیم کیا اور ہر ٹکڑے میں کاشت کا انتظام اس خوبی سے کیا کہ بالشت بھر زمین بھی بیکار نہ پڑی رہے ' پھر کاشت کی اور فصلوں کی ترتیب اس خوبی سے مقرر کر دی کہ ایک جنس کی کاشت کے بعد دوسری مقررہ جنس کی کاشت ہونے لگی ' مثلاً جَو کی فصل کٹ جاتی تو گیہوں بویا جاتا اور گیہوں کی فصل کٹ چکتی تو گنا بویا جاتا ' گنا کٹ چکتا تو انگور اور کھجور کی کاشت ہوتی - زراعت کے متعلق بادشاہ نے اور بھی چند قاعدے بنائے جن کا نام اسلوب رکھا - یہ اسلوب تھے بہت اچھے - ان پر اگر عمل ہو جاتا تو پھر ملک کو تکلیفوں سے نجات مل جاتی اور رعایا خوشحال ہو جاتی ' کاشت خوب ہوتی ' کھیت لہلہاتے ' فصلیں کثرت سے تیار ہوتیں اور آمدنی اتنی بڑھتی کہ خزانے بھر جاتے ' اور لشکر بھی اتنا بڑھتا کہ اگر بادشاہ چاہتا تو اس کے ذریعے ساری دنیا کو فتح کر لیتا - غلطی یہ ہوئی کہ کاشت کا کام ٹھیکے پر دے دیا گیا - سو (۱۰۰) ٹھیکے دار مقرر ہوئے جو شقدار کہلائے - یہ ایسے لالچی تھے کہ بعضوں نے بےسوچے سمجھے ایک لاکھ بیگھ زمین

بونے اور جوتنے کا ٹھیکہ لے لیا - اور بعضوں نے تین سال کی زراعت کے بعد زمین کی آمدنی میں سے ہزار سوار مہیا کرنے کا ذمہ لے لیا ' اور دستاویزیں لکھدیں - ٹھیکہ داروں کی اس ہمت سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور خوشی میں آکر اس نے ان کو بڑے بڑے انعام دئے ' اعلی اعلی درجے کے گھوڑے دئے ' سنہری کام کی ہوئی قبائیں دیں ' پٹکے دئے ' اور نقد رقمیں بھی دیں - لیکن یہ انعام ہی انعام نہ تھا ' اس میں وہ مال بھی شامل تھا جو ٹھیکہ داروں کو بطور تقاوی کے دیا گیا تھا - تین تین لاکھ کے ٹھیکے پر پچاس پچاس ہزار کی رقمیں دی گئیں مگر اتنی اتنی بڑی رقموں کا ملنا غضب تھا - ٹھیکہ داروں نے ایک کھی نہ دو ' رقمیں لے لے کر سیدھے ہوے اور خوب گلچھرے اڑائے - کاشت کیونکر ہوتی ؟ آمدنی کیسے بڑھتی ؟ جسقدر پیداوار کے انہوں نے ٹھیکے لئے تھے اس قدر تو زمین پیدا بھی نہ کرسکتی تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ ٹھیکے ناکام رہے - سلطنت کو سخت نقصان پہونچا - دو سال کے اندر ستر لاکھ تنکے ٹھیکہ داروں کی نذر ہوگئے - خزانہ خالی ہوگیا ' ٹھیکوں کی میعادیں پوری ہوگئیں اور تین سال کی مدت ختم ہوگئی مگر ٹھیکوں کی ایک شرط بھی پوری نہ ہوئی - ٹھیکہ داروں نے جتنی کاشت کا ٹھیکہ لے لیا تھا اس کا ایک ہزارواں حصہ بھی بویا جوتا نہ گیا - ملک میں بدامنی شروع ہوگئی اور سلطان کو گجرات ' دکن اور سندھ کی مہمیں پیش آگئیں - جو بہتری اس نے سوچی تھی ہونے نہ پائی - اگر وہ ٹھٹھے کی مہم سے زندہ لوٹ آتا اور موت اسے ذرا مہلت دے دیتی تو وہ ٹھیکہ داروں کی خوب خبر لیتا - شاید ان میں کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا -

یہ اصلاحیں سلطان محمد نے ہندوستان میں کرنی چاہی تھیں - ایسی ہی دکن میں کیں - تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان نے دیو گڑھ اور مہاراشٹر کی اصلاح کی طرف خاص توجہ کی - سبب یہ تھا کہ کچھ عرصے سے بادشاہ کو دیو گڑھ کے والی قتلغ خاں کے اور اُس کے اہلکاروں کے متعلق خیانت کی خبریں پہونچ رہی تھیں' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرکاری روپیہ غبن ہو رہا ہے جس کی وجہ سے دیوگڑھ اور مہاراشٹر کی آمدنی گھٹتی چلی جاتی ہے - پہلے دکن کی مالگذاری کئی کرور تھی مگر اب ہزار کی گنتی سے زیادہ نہ رہی تھی - بادشاہ نے مہاراشٹر کی مالگزاری پھر چھ سات کرور تک پہونچانی چاہی اور اس غرض سے مہاراشٹر کو چار شقوں میں تقسیم

کیا - ایک شق پر ملک سردواتدار کو مقرر کیا ' دوسری پر ملک مخلص الملک کو ' تیسری پر یوسف بغرا کو اور چوتھی پر عزیز حمار کو - شقوں کا پورا انتظام بادشاہ نے انہیں شقداروں کے سپرد کر دیا - مہاراشٹر کی چار شقوں کے علاوہ بادشاہ نے پانچویں شق دیو گڑھ کی بنائی اور اسے عمادالملک مشیر سلطانی کے حوالے کیا - دیو گڑھ کو دکن کے اور سب علاقوں کی نسبت زیادہ اھمیت تھی - اس سبب سے بادشاہ نے وھاں کے شقدار عمادالملک کا مرتبہ بھی بڑا رکھا - اس کو اور سب شقداروں کا افسر مقرر کرکے وزیر کا خطاب دیا - اور دھارا धारा نامی ھندو کو اس کا وزیر مقرر کیا - دھارا نائب وزیر کے لقب سے مشہور ہوا - شقیں قائم ھوگئیں اور شقدار مقرر ھو چکے تو بادشاہ نے وھی اسلوب جو پہلے ھندوستان میں جاری کئے تھے دکن میں بھی جاری کرنے چاھے - اس غرض سے کئی اور سردار مقرر کئے ' اور خاص خاص علاقوں کا انتظام ان کے سپرد کردیا - ان سب کے نام بادشاہ نے ایک تحریری حکم بھیجا جس کا مضمون یہ تھا '' تمہارے علاقے میں جو بھی سلطنت کا بد خواہ ھو اور جو کوئی تمھیں سرکش نظر آئے اس کو فوراً قتل کردو - امن سے وھی لوگ رھنے پائیں جو سرکاری قواعد و قوانین کی پابندی کریں '' اسی سلسلے میں بادشاہ نے قتلغ خاں کو مع اس کے کل ساتھیوں کے دیو گڑھ سے بلا لیا -

شمالی علاقوں کی وحشت ناک خبریں عرصے سے دکن پہونچ رھی تھیں ' جنھیں سن سن کر دکن والوں کو بادشاہ کی طرف سے بدگمانیاں ھو رھی تھیں - ان کا یہ خیال تھا کہ '' بادشاہ کی سیاست سے اس وقت تک جو ھم بچے رھے ھیں تو قتلغ خاں کے سبب سے '' اور یہ خیال ایک حد تک تھا بھی درست - قتلغ خاں دکن میں اپنا اثر جما چکا تھا - بہت سے باغی اور مجرم اس کے پاس بھاگ بھاگ کر آتے تھے اور پناہ لیتے تھے - اس نے قتلغ خاں کے ساتھ اس کے کل آدمیوں کو بھی دیو گڑھ سے علیحدہ کرکے دھلی کی طرف روانہ کردیا اور قتلغ خاں کی جگھہ اس کے بھائی نظام الدین کو بھروچ سے بلاکر دیوگڑھ کا عارضی طور سے حاکم بنا دیا - چاھتا یہ تھا کہ اس عہدے پر بہترین شخص مقرر کیا جائے ' مگر قتلغ خاں کا دکن سے جانا تھا کہ امیروں میں بےاطمینانی پیدا ھوگئی اور سارے دکن میں بےچینی سی پھیل گئی - ان کو یہ اندیشہ ھوا کہ برا وقت آنے والا ھے اور دکنیوں پر وھی مصیبتیں نازل ھونے والی ھیں جو اب تک ھندوستانیوں پر نازل ھوتی رھی تھیں -

دکن کی طرح بادشاہ نے مالوے میں بھی نیا انتظام کیا - عزیز حمار کو جسے مورخوں نے رذیل لکھا ھے مالوے کا حاکم بنا دیا - وھاں بھی سلطان محمد نے وھی اصلاحیں کیں جو دوآبے میں یا ھندوستان میں اوردکن میں کی تھیں

وہ اصلاحیں کر رھا تھا اور رفاہ عام کے کاموں میں مصروف تھا ' لیکن دشمن فساد کی آگ سلگانے میں لگے ھوئے تھے - تاریخ فیروز شاھی میں ھے کہ بادشاہ کاشت بڑھانے اور تقاوی تقسیم کرنے میں مشغول تھا کہ ملتان سے شاھو افغان کی بغاوت کی خبر پہونچی - یہ معلوم ھوا کہ شاھو افغان نے ملتان کے نائب بہزاد نامی کو قتل کرکے شہر پر قبضہ کر لیا ھے - بادشاہ شاھو افغان کی سرکوبی کے لئے دھلی سے روانہ ھوا اور ملتان کی طرف چلا - بہت دور نہ گیا تھا کہ دھلی میں سلطان کی والدہ مخدومہ جہاں کا انتقال ھو گیا - یہ خبر بادشاہ کو راستے میں ملی ' اسے بےحد رنج ھوا - جس جگہ خبر ملی تھی اسی جگہ صفِ ماتم بچھا دی ' اور کئی روز تک ٹھہرا رھا ' پھر ملتان کی طرف بڑھا - قریب پہونچا تو شاھو افغان کی عرضی ملی اس نے اپنی تقصیروں کا اقرار کیا تھا اور اطاعت کرنے پر اپنی آمادگی ظاھر کی تھی - اِدھر تو شاھو افغان نے بادشاہ کو یہ عرضی بھیجی اُدھر وہ ملتان چھوڑ کر افغانستان کی طرف چلا گیا - بادشاہ کو خبر پہونچی تو وہ بھی دھلی کو لوٹ گیا -

ملتان کے فساد کو کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سنام اور سامانہ میں فساد اُٹھ کھڑا ھوا - باغیوں نے خراج دینا چھوڑ دیا - تاریخ فیروز شاھی میں لکھا ھے کہ بادشاہ ملتان سے لوٹا تو سنام آیا ' وھاں سے روانہ ھوا تو اگروھے پہونچا - چند روز بعد پھر کوچ کیا اور سفر کرتا ھوا دھلی آیا ' پھر دھلی سے لشکر لے کر نکلا اور سنام اور سامانہ کے باغیوں کو جا گھیرا - باغیوں نے خراج دینے سے انکار کردیا تھا اور فساد پر کمر باندہ لی تھی ' اور حفاظت کی غرض سے مضبوط مضبوط مکان بنا لئے تھے - بادشاہ نے ان مکانوں کو ویران کر دیا ' باغیوں کی جمعیت کو پریشان کردیا ' اور ان کے سرغنوں کو پکڑ کر دھلی لے آیا - بعض تو مسلمان ھو گئے ' بعض امیروں کی جماعت میں داخل ھو کر دھلی میں رھنے لگے - یہ بغاوتیں سنہ ۷۴۴ھ اور سنہ ۱۳۴۳ع میں ھوئیں -

منتخبات التواریخ میں سنام اور سامانے کی بغاوتوں کا جو حال لکھا ھے وہ اور سب تاریخوں سے مختلف ھے - اور مورخوں کے نزدیک تو سنام - سامانہ -

کتھل اور کہرام کے ھندوؤں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تھا - وہ اپنی اپنی بستیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے تھے - جہاں موقع ملتا وھیں ڈاکے ڈالتے ، مسافروں کو لوٹتے - آخر بادشاہ نے جاکر ان کا سر کچلا اور ان کے سرغنوں کو گرفتار کر کے دھلی لے آیا لیکن ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ھے کہ سنام اور سامانے میں سیدوں اور مسلمانوں نے شورش کی تھی - ان میں سے بہت سے حسن کانگو بہملی کے قبیلے والے تھے جن کا ذلیل کرنا بادشاہ کو مقصود تھا - اس نے وھاں کے سیدوں اور مسلمانوں کا قتل عام کرایا - جب سادات کا اور اھل اسلام کا خون بہہ گیا تو بادشاہ نے سنام اور سامانہ کے ھندوؤں کے ساتھ رعایتیں کیں پھر انھیں دھلی کی جانب لے گیا - وھاں انھیں جاگیریں دیں اور زرق برق وردیاں اور سنہری پیٹیاں دے کر وھیں آباد کر دیا -

سلطان محمد کا بڑھاپا آگیا اور وہ لاکھوں جتن کر چکا ، پر نہ بغاوتیں دور ھوئیں نہ دشمن دور ھوئے - جوں جوں زمانہ گزرتا گیا نئی نئی بغاوتیں اٹھتی گئیں اور نئے نئے دشمن پیدا ھوتے گئے - آخری زمانے میں جب کہ سلطان کی طاقتیں زائل ھو رھی تھیں اور اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ھو رھا تھا امیران صدہ کی بغاوتیں شروع ھوگئیں - قاضی جلال ، ملخ افغان ، حسن کانگو اور طاغی جیسے دشمن نمودار ھوگئے -

امیران صدہ کی بغاوتیں مالوے سے شروع ھوئیں - تاریخ فیروز شاھی میں لکھا ھے کہ بادشاہ نے اپنی سلطنت میں اصلاحیں کیں تو قتلغ خاں کو دیو گڑھ سے نکال دیا اور عزیز حمار جیسے کمینے کو دھار کا حاکم بنادیا - دھار مالوے کا پایہ تخت تھا - بادشاہ نے سارا مالوہ عزیز کے حوالے کردیا اور کئی لاکھ تنکے بھی دئے - پھر اس سے کہا " عزیز ! تم دیکھ رھے ھو ، میری سلطنت میں ھر طرف بےچینی ھے ، فساد ھو رھا ھے ، دشمن نکلے چلے آتے ھیں ، میں نے یہ سنا ھے کہ ساری شورش کے بانی امیران صدہ ھیں - جو شخص بھی میری مخالفت کے لئے کھڑا ھوتا ھے اور میری دشمنی پر آمادہ ھوتا ھے اس کے پشتی پر یہی امیران صدہ ھوتے ھیں - میں تمھیں مالوے کا حاکم بنا کر بھیجتا ھوں - وھاں کے امیران صدہ کو تم جانتے ھی ھو - ان میں سے جس کسی کو شریر یا مفسد دیکھو اسے ضرور ھلاک کردینا - مالوے کو تم باغیوں سے پاک کردو گے تو پھر امید ھے کہ اور کام بھی کر سکوگے " -

عزیز اِتراتا هوا مالوے کی طرف چل دیا اور اپنے هی جیسے اور بهت سے کم اصلوں اور کمینوں کو ساتھ لےکر دهار پهونچا - وهاں اس کو صلاح کار بھی اُسی جیسے ملے - ایک روز ان کے مشورے سے عزیز نے دهار کی نواح میں آسی (۸۰) امیران صدہ کو پکڑ بلایا - پہلے ان کو سخت سست کہا پھر ان پر دیو گڑھ کے امیران صدہ کی سازش کا الزام لگا کر ان کی گردنیں کٹوا دیں -

عزیز کو یہ خیال نہ آیا کہ اتنا بڑا قتل خالی نہ جائیگا - جگہہ جگہہ امیران صدہ میں هل چل پڑ جائیگی - امیران صدہ لشکر میں بھی هیں اگر وہ سب باغی هوگئے تو کیا هوگا ؟

دهار کے واقعے کی خبر دم کے دم میں چاروں طرف پھیل گئی - هر طرف چرچے هونے لگے - دیو گڑھ میں اور گجرات غل مچ گیا کہ اب امیران صدہ کی خیر نہیں - انہوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا اور جتھے بنا بنا کر باغی هو گئے - پھر کیا تھا ؟ سلطنت دلدل میں پھنس گئی اور بادشاہ خطروں میں گھر گیا - ع - اے بادصبا ایں همہ آوردۂ تست - یہ ساری مصیبتیں لائی هوئی مہاں عزیز کی تھیں - اسے بادشا کی نوازشوں پر بڑا زعم تھا - وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میںنے بادشاہ کی بڑی خدمت کی هے ' خاطر خواہ اس کے حکم کی تعمیل کی هے' اسی گھمنڈ میں اس نے بادشاہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا - بادشاہ بھی انجام تک نہ پہونچا - عزیز نے غلطی کی تو بادشاہ نے آنکھیں بند کرکے اس کی طرفداري کی - گویا سلطنت کا وقار قائم رہ سکتا تھا تو اسی طریقے سے - چاهیے تو یہ تھا کہ سلطان عزیز کی طرفداری نہ کرتا - اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی - عدول حکمی کی تھی - نتیجہ یہ هوا کہ مخالفتیں بڑھ گئیں - امیران صدہ کي خونریزی رنگ لائی - ان کے خون کے ایک ایک قطرے سے دشمن پیدا هوگئے - بدامنی کا دور شروع هوگیا - گجرات کا نائب وزیر مقبل نامی گجرات کا خزانہ اور اعلیٰ اعلیٰ قسم کے گھوڑے لئے دبھوی اور بڑودھ کے راستے دهلی جارها تھا - وهاں کے امیران صدہ اس پر ٹوٹ پڑے' سارا خزانہ لوٹ کر اور گھوڑے چھین کر لے گئے - مقبل کے پاس قیمتی قیمتی تحفے تھے جنھیں گجرات کے سوداگروں نے بادشاہ کے لئے بھیجا تھا وہ بھی باغیوں نے چھین لئے - مقبل کے ساتھي منتشر هوگئے ' وہ خون لٹ لٹا کر خالی هاتھ نهروالے کی طرف چلا گیا - دبھوی اور بڑودھ کے امیران صدہ نے قوت حاصل

کرلی تو فتنے فساد کی آگ دور دور بھڑکادی اور جتھے بنا بنا کر کھمبایت پر جاچڑھے، گجرات میں غدر مچ گیا -

اس غدر کا حال ضیاالدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی میں موجود ھے لیکن سفر نامے میں نہیں - وجہ یہ ھے کہ اس سے پہلے ھی ابن بطوطہ ھندوستان چھوڑ چکا تھا - وہ بائیس جلوری سنہ ۱۳۴۲ع کو سلطان محمد کی طرف سے سفیر بن کر چین روانہ ھوگیا تھا - پھر بھی اس نے قاضی جلال کی بغاوت کا حال لکھا ھے جس میں اس غدر کی طرف اور دکن اور گجرات کے فساد کی طرف اشارہ کیا ھے - قاضی جلال کی بغاوت کا حال ابن بطوطہ نے واپس آکر معبر میں سنا ھوگا -

ابن بطوطہ لکھتا ھے کہ قاضی جلال پٹھان تھا اور پٹھانوں کی ایک جماعت کے ساتھ کھمبایت اور بھروچ کے پاس رھا کرتا تھا - جب بادشاہ نے اپنے اھلکاروں کو حکم دیا کہ پٹھانوں کو پکڑ لو تو ملک مقبل کے نام بھی جو وزیر کی طرف سے گجرات اور نہر والے میں نائب تھا یہ حکم بھیجا کہ قاضی جلال کو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لو......قاضی جلال کو خبر ھوگئی......وہ ملک مقبل کے مقابلے کے لئے تیار ھوگیا اور تین سو زرہ پوش سپاھی لے آیا - ملک مقبل ڈر گیا اور اس سے در گزرا - اُس وقت قاضی جلال نے بغاوت کی - اور کھمبایت میں داخل ھوکر خزانہ لوٹ لیا - رعیت کو بھی لوٹا - ابن الکمولمی تاجر کو بھی نہ چھوڑا - قاضی جلال نے ملک مقبل کو بھی شکست دی اور ملک عزیز حمار کو بھی - اور پھر تو اس کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ خود سلطنت کا دعویدار ھوگیا - بادشاہ نے اس کی طرف کئی لشکر بھیجے - آخر جوں توں کرکے شکست دی - اسی بغاوت کے دوران میں پٹھانوں کی بغاوت دولت آباد میں شروع ھوگئی جس کا سرغنہ اسمعیل مخ افغان تھا -

ابن بطوطہ کا بیان ادھورا ھے - لیکن اس سے ان واقعات کی تائید ھوتی ھے جنھیں ضیاالدین برنی نے تفصیل سے لکھا ھے - قاضی جلال کی بغاوت سے امیران صدہ کی شورشیں ثابت ھوتي ھیں اور گجرات کے اس غدر کا پتہ چلتا ھے جس نے سلطان محمد کو پریشان کر دیا - اس غدر کو دور کرنے کي غرض سے سلطان نے خود گجرات جانے کا ارادہ کرلیا - قتلغ خاں کو معلوم ھوا تو اس نے ضیاالدین برنی کی معرفت کہلا بھیجا - '' جھاں پناہ - دبھوي اور بڑودھ کے

امیران صدہ کی کیا حقیقت ہے - حضور ان کے مقابلے پر کیوں جائیں ؟ مجھے اندیشہ ہے کہ حضور کے جانے سے ان کی شورش بڑھ نہ جائے - جم کر اعلیٰ حضرت کا مقابلہ کرنے سے تو رہے - اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے - زمینداروں کے پاس جاجا کر چھپ جائینگے - یا کہیں اور نکل جائیں گے - معاملہ بڑھ جائیگا - ناحق تل کا پہاڑ بن جائیگا - دوسرے علاقوں کے امیران صدہ بھی خوف کھاکر باغیوں سے جا ملیں گے - مناسب یہ ہے کہ جہاں پناہ - فدوی کو حکم دے دیں - فوج بھی چاہے نہ دیں - میرے پاس سرکار کی بخشی ہوئی دولت ابھی تک اتنی ہے کہ اسی سے ایک بڑا لشکر جمع کرلوں گا اسے لیکر میں دبھوئی اور بڑودہ جا چڑھوں گا - فساد کی سلگتی ہوئی آگ کو بجھادوں گا اور باغیوں کو گرفتار کرکے جہاں پناہ کے حضور میں لے آوں گا - سرکار کو یاد ہوگا کہ شہاب سلطانی اور علی شاہ - کر - دکن میں باغی ہوئے تھے تو میں نے بھی بیدر پہونچ کر ان کو بےدر کیا تھا - اور گرفتار کرکے مجرموں کی طرح دربار میں بھیج دیا تھا - بس اسی طرح میں گجرات کے باغیوں کو بھیج دوں گا - جہاں پناہ اپنے اس قدیمی نمک خوار کو اعزاز بخشیں اور اس پر بھروسہ کریں تو کہے دیتا ہوں کہ گجرات کی سر زمین فتنے فساد سے پاک ہو جائیگی اور وہاں امن قایم ہو جائیگا '' -

سلطان محمد نے قتلغ خاں کی بات نہ مانی - ضیاالدین برنی کے نزدیک اس نے بڑی غلطی کی - اگر مان لیتا تو ہلاکتوں سے بچ جاتا اور دکن میں بہمنی سلطنت قائم نہ ہونے پاتی لیکن سلطان کو قتلغ خاں سے بدگمانی ہوچکی تھی - اگر نہ ہوئی ہوتی تو وہ اس کو دولت آباد ہی سے کیوں ہٹاتا ؟ اب اس کو گجرات کی مہم پر بھیجنا بے عقلی تھی - دوسرا کوئی لایق اور بھروسے کا سردار ہوتا تو مضایقہ نہ تھا - لیکن اس بارے میں سلطان بڑا بدقسمت تھا - اس کو نہ تو اچھے سردار ملے تھے اور نہ بہادر اور جاں نثار سپہ سالار - اور نہ قابل مشیر - اس کا سب سے چہیتا اور بھروسے کا سردار ملک فیروز تھا - اسی کو وہ گجرات بھیجتا مگر نہ تو ملک فیروز میں جنگ کی قابلیتیں تھیں اور نہ اس کے اور سلطان محمد کے خیالات میں موافقت تھی - سلطان کو بڑی فکر اب یہی تھی کہ در و دیوار مخالف ہو رہے ہیں - اپنے پرائے ہوئے جاتے ہیں -

بنی کے وقت میں لاکھوں نثار ہوتے ہیں
بنی نہ بگڑے کہ دشمن ہزار ہوتے ہیں

غرض سلطان نے قتلغ خاں کے پیام کا جواب نہ دیا - اپنی ہی روانگی کی تھانے رہا - اور لشکر کی تیاری میں مصروف ہوگیا - معلوم ہوتا ہے کہ اُس فوج کے علاوہ جو پایہ تخت میں تھی بادشاہ نے دور دور سے فوجیں منگوائیں - تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ " بادشاہ نے گجرات کے حاکم شیخ معزالدین کو تیس لاکھ ٹنکے نقد بھیجے اور فرمان جاری کیا کہ اس رقم سے دو تین روز میں سواروں کا ایک رسالہ تیار کرلو - اور جب ہم گجرات پہونچیں تو اس رسالے کو لیکر استقبال کو نکلنا اور پھر کمک کے لئے لشکر کے ساتھ ساتھ چلنا " - لشکر کی تیاری کے ساتھ ساتھ بادشاہ نے دهلی میں اپنی نیابت کا انتظام بھی کیا ملک فیروز اور ملک کبیر اور احمد ایاز کی ایک ریجنسی کونسل (Regency Council) یا مجلس نیابت بنائی - اور خود گجرات کی طرف روانہ ہوگیا - رمضان کا مہینہ تھا - بادشاہ روزے رکھ رہا تھا - روزوں ہی میں اس نے دهلی کو چھوڑا اور سفر اختیار کیا - اس سفر سے وہ زندہ نہ لوٹا - سات سال بعد مر کر آیا -

گجرات پہونچتے ہی وہ مصیبتوں میں گھر گیا - چھہ سات سال تک لڑتا رہا اور ادھر اودھر پھرتا پھرا - پایہ تخت میں اس کے واپس آنے کی امید بھی نہ رہی - سب کچھ ہوا مگر هندوستان میں بغاوت کا تو کیا ذکر سرکشی تک نہ ہونے پائی - یہ اس کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھا - اس نے پہلے بادشاہوں کی طرح نیابت کا کام کسی ایک شخص کے حوالے نہیں کیا تھا - بلکہ تین معتبر آدمیوں کی ایک انتظامیہ کمیٹی بنا دی تھی - ایسا نہ کرتا تو بدنظمی کا اندیشہ تھا -

دهلی سے چل کر بادشاہ پندرہ کوس کے فاصلے پر سلطان پور کے شہر میں اترا - رمضان ختم ہونے میں تین چار روز باقی تھے - عید سے پہلے اس کو عزیز حمار کا وہ خط ملا جو اس نے دهار سے بھیجا تھا - لکھا تھا کہ " دبھوی اور بڑودھ کے امیران صدہ نے بہت سر اٹھا رکھا ہے - بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا ہے - میں اُن سے قریب ہوں - لشکر جمع کرکے ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگیا ہوں " - اتنا پڑھتے ہی بادشاہ کا ماتھا تھنکا - دل میں کہنے لگا " عزیز جنگ کے طریقوں سے تو واقف ہے نہیں - لڑے گا کیا خاک ؟ ایسا نہ ہو کہ باغیوں کا شکار بن جائے " وہی ہوا - تھوڑی دیر کے بعد خبر ملی کہ عزیز مارا گیا - یہ سن کر بادشاہ گھبرا گیا - خیال آیا کہ یہ مصیبتیں شاید میرے ہی تشدد کی وجہ سے

نازل هو رهی هیں - پھر کچھ سوچ کر ضیاالدین برنی کو بلایا - اسے اپنے دل کا حال سنایا اور پوچھا کہ سزاؤں کے متعلق پہلے بادشاهوں کا کیا دستور تھا ؟

سلطان محمد پہلے بادشاهوں کی تاریخ سے بے خبر نہ تھا - مگر اس وقت تھا بہت پریشان - جب تردادات کا هجوم هوتا هے اور اپنی عقل کام کرتی نظر نہیں آتی تو انسان دوسروں سے همدردی کی توقع کرنے لگتا هے - سلطان کا یہی حال تھا - اس کو ضیاالدین برنی سے همدردی کی توقع تھی - اس لئے اس سے دل کی بات کہدی - ضیاالدین برنی موقع کی تلاش میں تھا - موقع مل گیا تو تاریخ کسروی کا حوالہ دے کر کہنے لگا "بادشاہ سلامت آپ خونریزی بہت کرتے هیں - اگر آپ اس میں کمی نہیں کر سکتے تو بہتر هے کہ سلطنت کا انتظام کسی اور کے سپرد کر دیجئے" - اس جواب کا بادشاہ پر کچھ اثر نہ هوا - گویا یہ بات اسے پہلے هی سے معلوم تھی - بولا "جمشید کا زمانہ اور تھا ' میرا زمانہ اور هے ' میرے زمانے میں تو شریر اور سرکش آدمی اُبل پڑے هیں میں ان کو سزایں دیتا هوں اور ذرا سی نافرمانی پر بھی در گذر نہیں کرتا - میں چاهتا هوں کہ یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں اور سدھر جائیں - اگر نہ سدھریں گے تو ان کو مارتے مارتے میں خود هی مر جاؤں گا - دوسرا ایسا کون هے جو اس آڑے وقت میں میرا هاتھ بٹائے - ایسا کون هے جس کے کندھوں پر میں سلطنت کا بوجھ رکھ دوں - میں جانتا هوں کہ سارا ملک اکٹھا هی میرے خلاف هوگیا هے - میں نے اس ملک کے باشندوں پر کتنی دولت لٹائی - کیسا انہیں مالا مال کیا - افسوس ! آج بھرے ملک میں سے ایک بھی میرا سچا همدرد مخلص اور مددگار نہیں - خیر - اب مجھے بھی لوگوں کے مزاج سے آگاهی هوگئی هے - جانتا هوں کہ وہ سب میرے دشمن هیں - میرے مخالف هیں" -

اس تقریر کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتا هے کہ سلطان محمد کا دل جلا هوا هے - اس کا خون کھول رها هے - اس کو اُن لوگوں کی بےوفائی کا جن پر وہ برابر احسان کرتا چلا آیا تھا بہت صدمہ هے - سلطان کم ظرف نہ تھا - وہ سب کے ساتھ نیکیاں کرتا اور نیکیاں کرکے بھول جاتا - هر ایک پر احسان کرتا لیکن احسان کرکے کبھی نہ جتاتا - لوگوں نے بڑی احسان فراموشی کی - نیکیوں کے بدلے بدیاں کرنے لگے - سلطان کو سخت صدمہ پہونچا اور باتوں باتوں میں چند کلمے اس کی زبان سے نکل گئے -

عیدالفطر بادشاہ کو سلطان پور میں گزری - عید کے دوسرے دن ۱۳ فروری سنہ ۱۳۴۵ع کو وہاں سے روانہ ہوا اور نہر والے تک برابر سفر کرتا رہا - نہر والے سے کچھ فوج دبھوی اور بڑودے کے باغیوں کے مقابلے میں بھیجی - باغیوں کو مقابلے کی کہاں تاب تھی - فوج کو آتا دیکھا تو جانیں بچابچا کر دیو گڑھ کی طرف بھاگ گئے - بادشاہ نہر والے سے آگے بڑھا اور آبو پہاڑ سے ہوتا ہوا بھروچ جا پہونچا -

معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۴۵ع کے ستمبر یا اکتوبر میں بادشاہ بھروچ پہنچ گیا وہاں شاہی خیمہ نصب کر دیا گیا اور لشکر نے چھاونی ڈال دی - زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ گزرا ہوگا کہ حاجی رجب مصر سے لوٹا اور اپنے ساتھ خلیفہ عباسی الحاکم ثانی کے سفیر شیخ رکن الدین کو لے کر بھروچ آیا - اس واقعے کی تاریخ رجب سنہ ۷۴۶ھ (نومبر سنہ ۱۳۴۵ع) بدر چاچ کے اس شعر سے نکلتی ہے -

هم بتاریخ که ماه و سال هفتصد شد فزوں
زیں سفـر ماه محـرم سابق شعباں رسید

تاریخ فیروز شاہی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے - جہاں اس میں یہ لکھا ہے کہ خلیفہ عباسی کا اجازت نامہ لے کر حاجی سعید صرصری سنہ ۷۴۴ھ میں آیا - وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ حاجی سعید کے آنے کے بعد سلطان محمد نے حاجی رجب کو خلیفہ کے پاس بھیجا اور حاجی رجب شیخ رکن الدین کو ساتھ لے کر دو سال بعد (سنہ ۷۴۶ ھ میں) لوٹا -

"بھروچ میں بادشاہ کو خبر ملی کہ دبھوی اور بڑودھ کے باغی بچ بچا کر دیو گڑھ کی طرف بھاگ گئے ہیں - یہ سن کر بادشاہ سوچ میں پڑ گیا - دل ہی دل میں کہنے لگا - " خدایا - ان باغیوں پر کیوں کر قابو پاؤں ؟ " پھر فوراً ہی اس نے ملک مقبول نائب وزیر کو باغیوں کے تعاقب میں روانہ کیا - ملک مقبول نے دیو گڑھ کے پاس باغیوں کو جا گھیرا - ان کا مال اسباب لوٹ لیا - اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا - پھر بھی کچھ باغی بھاگ نکلے اور بگلانے کے حاکم مان دیو کے پاس جا پہونچے - اُس نے بجائے امان دینے کے انھیں گرفتار کر لیا - اور ان کا مال اسباب لوٹ لیا -

بادشاہ بھروچ میں ٹھہرا رہا - وہاں کی مالگذاری کئی سال سے وصول نہیں ہوئی تھی - اسے وصول کرنے میں مصروف ہو گیا - روپیہ آسانی سے

وصول نہ ہوا تو سختی سے کام لیا - یہ سختی امیران صدہ پر ہوئی - فرشتہ نے لکھا ہے کہ باغیوں اور فسادیوں کو بادشاہ نے چن چن کر قتل کیا - مگر فتنے کی آگ قتل کے ساتھ بھڑکتی چلی گئی - بادشاہ تنگ آ گیا - سب باغیوں اور مفسدوں کا جھگڑا ایک دم ہی مٹا دینے کی ٹھان لی - دیو گڑھ سے ملک مقبول کو بھروچ بلایا اور باغیوں کا سر کچلنے اور انھیں نیست و نابود کرنے پر مامور کر دیا - ملک مقبول کے سامنے عزیز حمار کی مثال موجود تھی - کچھ سوچ کر اس نے عزیز کا سا طریقہ اختیار کیا - پہلے تو بھروچ کے بڑے بڑے امیروں کو گرفتار کر لیا - پھر ایک ہی وار میں ان سب کو قتل کر دیا - ابھی دھار کی خونریزی کو لوگ بھولے نہ تھے اور عزیز حمار کی بےرحمی ان کے دلوں سے دور نہیں ہوئی تھی کہ بھروچ کی ایک اور خونریزی ہوگئی - وہ امیران صدہ کا پہلا قتل تھا - یہ ان کا دوسرا قتل ہوگیا ' مگر اس پر بھی امیران صدہ کا خاتمہ نہ ہوا بہت سے بچ نکلے - کچھ تو دیو گڑھ کی طرف بھاگ گئے اور کچھ گجرات کے زمینداروں ' چودھریوں اور پٹھانوں سے جا ملے -

بادشاہ کو بھروچ میں ساتھ آٹھ مہینے گزر گئے اور وہ برابر بغاوتوں کے مٹانے میں لگا رہا لیکن بغاوتیں کسی عنوان نہ مٹیں - مثلاً کیسا دیو گڑھ سے لے کر گجرات تک پھیل گئیں - سنہ ۷۴۶ ھ کا سارا سال اسی حالت میں ختم ہوگیا - سنہ ۷۴۷ ھ کا نیا سال شروع ہوا تو بادشاہ نے زین بندے اور رکن تھانیسری کے منجھلے بیٹے کو باغیوں کے تعاقب میں دیو گڑھ روانہ کیا - روانہ کر چکا تو خیال آیا کہ ان باغی امیران صدہ کو اور ان کے کل ساتھیوں کو اپنے ہی سامنے بلا کر قتل کرنا چاہئے - یہ سوچ کر امیر خسرو کے عزیز ملک علی سرجامدار اور ملک لاچین کو قتلغ خاں کے بھائی عالم الملک کے پاس بھیجا اور اس کے نام یہ فرمان لکھا "دولت آباد کے بڑے بڑے امیران صدہ کو پکڑ کر ملک علی سرجامدار اور ملک لاچین کے ہمراہ ہمارے پاس بھیج دو اور ان کے ساتھ ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار سواروں کی فوج بھی کر دینا - عالم الملک نے رایچور ' مدگل ' گلبرگہ ' بیجا پور ' گلنجوتی ' ایباغ ' کلہر ' ھکری اور براو وغیرہ کے امیران صدہ کو دولت آباد میں بلایا ' لیکن بادشاہ کی سختیاں سنتے ہی وہ ٹھٹھک گئے - دولت آباد تک جانے میں پس و پیش کرنے لگے - عالم الملک نے ملک علی

سرجامدار اور ملک لاچین کو ڈیڑھ ہزار سوار دے کر مال گذاری وصول کرنے کے نام سے دولت آباد کے علاقے میں بھیجا - ان دونوں نے امیران صدہ کے سرداروں کو یعنی نصیرالدین تعلجی ، حسام الدین ، اسمعیل مخ اور حسن گنگو کو جو گلبرگہ میں جمع ہو رہے تھے گرفتار کرکے دولت آباد بھیج دیا - وہاں سے ان سب کو عالم الملک نے بادشاہ کے پاس بھروچ روانہ کر دیا - راستے میں وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے "بادشاہ نے ہم کو کیوں بلایا ہے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے - قتل ہونا ہی ہے تو پھر بکریوں کی طرح عاجزی سے کیوں قتل ہوں ؟ چاہیے کہ لوٹ چلیں اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں" - یہ طے کرکے وہ شاہی افسروں پر ٹوٹ پڑے - ملک احمد لاچین کو مار گرایا اور اس کا مال اسباب لوٹ لیا - ملک علی سرجامدار نے یہ ہنگامہ دیکھا تو اُلٹے پیروں بھاگا - امیران صدہ کا حوصلہ بڑھ گیا - ان کے قدم دولت آباد کی طرف بڑھے اور انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا - دولت آباد پر ان کا قبضہ ہوگیا اور عالم الملک ان کے پنجے میں آ گیا - اُس کی پہلی نیکیاں یاد کرکے امیران صدہ نے عالم الملک کی تو جان بخشی کر دی مگر اور شاہی افسروں کو قتل کر ڈالا ، اور دولت آباد کا خزانہ آپس میں تقسیم کر لیا - پھر ملک مل افغان کے بھائی ملک مخ افغان کو اپنا سردار بنا لیا - مخ افغان خود بھی دیوگڑھ کے امیران صدہ میں سے تھا - غرض امیران صدہ نے سارے مہاراشٹر پر قبضہ کرکے اپنی حکومت جما لی - پھر اسے کئی حصوں میں تقسیم کر دیا - ایک ایک حصہ ایک ایک امیر کے ہاتھ آیا - امیران صدہ کا ستارہ عروج پر دیکھا اور ان کی طوطی بولتے سنی تو اس نواح کے اور مفسد بھی ان کے ساتھ ہوگئے - دبھوئی اور بڑودہ کے امیران صدہ رانا مان دیو کی قید میں تھے - اب وہ چھوٹ گئے - اور دیوگڑہ کے باغیوں سے آ ملے - اس طرح دیوگڑہ اور اس کی نواح پر باغیوں کا قبضہ ہوگیا - یہ واقعہ سنہ ۴۷-۱۳۴۶ع میں ہوا -

تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ اس واقعے کی وحشتناک خبر جونہی سلطان محمد نے سنی وہ لشکر لے کر چلا اور دیو گڑہ پر جا چڑھا - باغیوں نے مقابلہ کیا ، لیکن ان میں سے ایک بھی نہ ٹھہر سکا - اسمعیل افغان ان کا سرغنہ تھا - وہ بھی شکست کھا کر بھاگا اور دولت آباد کے قلعے میں جا بیٹھا - وہ امیران صدہ جو تلوار سے بچ نکلے تھے بھاگے - کچھ تو اسی قلعے میں آگئے اور کچھ اپنے اپنے علاقوں میں جا چھپے - بھاگنے والوں

میں حسن گنگو بھی تھا اور مخ افغان کے رشتہ دار بھی - تاریخ فرشتہ میں ہے کہ اس وحشت ناک خبر کو بادشاہ نے بھروچ میں سنا ' سنتے ہی وہاں سے چل پڑا اور اس تیزی سے چلا کہ اسی سال دولت آباد جا پہونچا - دولت آباد کے امیران صدہ لڑائی پر تلے ہوئے تھے - وہ ایسا جی توڑ کر اور جان چھوڑ کر لڑے کہ شاہی لشکر کا میمنہ اور میسرہ درہم برہم ہوگیا - قریب تھا کہ بادشاہ زخمی ہو جائے ' یکایک امیران صدہ کا ایک بڑا سردار قتل ہو گیا اور اس کے رسالے کے چار ہزار سوار بھاگ نکلے - رات ہوگئی تھی - اندھیرے میں انھیں ایک دوسرے کی خبر نہ رہی - پھر بھی وہ ایک جگہ اکٹھے ہوگئے ' اور آپس میں مشورہ کرکے یہ طے کیا کہ اسمعیل مخ اپنے ساتھیوں کو لےکر دولت آباد کے قلعے میں ہو بیٹھے - باقی امیر گلبرگہ چلے جائیں - وہاں اپنی اپنی جاگیروں کی دیکھ بھال کریں - جب بادشاہ دکن سے چلا جائے تو پھر سب امیر دولت آباد میں جمع ہو جائیں اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں - اس فیصلے کے مطابق اسمعیل مخ اپنے ساتھیوں کو لے کر دولت آباد کے قلعے میں داخل ہو گیا - وہاں غلہ خوب بھرا ہوا تھا اور سب ضروری چیزیں بھی موجود تھیں - باقی امیر اپنی اپنی جاگیروں میں چلے گئے -

ضیاالدین برنی نے لکھا ہے کہ دیو گڑہ کی یہ بغاوت عام تھی - جس میں ہندو مسلمان دونوں شریک تھے - شکست ہوگئی تو دونوں ہی کو نقصان پہونچا - شاہی فوجوں نے باغیوں کو لوٹ لیا - مگر بادشاہ نے کسی قسم کی زیادتی روا نہ رکھی - وہ صرف سرغنوں کو گرفتار کرنا چاہتا تھا جو ہر معرکے سے بچ کر نکل بھاگتے تھے - اب کے بھی جب بادشاہ نے دولت آباد کا سختی سے محاصرہ کیا تو سرغنے بھاگ نکلے - ان میں کچھ تو بیدر کے باغی تھے ' کچھ اسمعیل مخ کے بھائی بند تھے - ان ہی کے ساتھ حسن گنگو تھا - یہ سب دولت آباد سے بھاگ کر گلبرگہ پہونچے - سلطان محمد نے عمادالملک سرتیز کو ایلچپور سے بلایا اور فوج دے کر ان باغیوں کے تعاقب میں گلبرگہ کی طرف روانہ کیا اور اسی وقت دھلی کے مسلمانوں کو واپس دھلی بھیجدیا - ساتھ ہی ملک فیروز کے اور احمدآباد کے نام فتح نامے بھیجے - جن کے پہونچتے ہی دھلی میں فتح کا اعلان کردیا گیا اور خوشیاں منائی جانے لگیں -

بادشاہ دیوگڑھ میں ٹھہرا رہا - اور دھاراگڑھ کے قلعے کوجس پر باغیوں نے قبضہ کر لیا تھا فتح کرنے کی ٹھان لی - دھاراگڑھ کے سامنے فوجوں کے پرے جم گئے - اور لڑائی چھڑ گئی - روزانہ جنگ ہوتی اور قلعے کے اندر اور باہر خون کی ندیاں بہتیں - اسی طرح تین مہینے گزر گئے - اتنے میں گجرات سے یہ خبر آئی کہ طاغی باغی ہوگیا - یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغی گجرات کے امیران صدہ سے اور زمینداروں سے سازش کرکے نہروالہ جا پہونچا ہے -

طاغی کا باپ صفدرالملک اور خواجہ جہاں احمدایاز کا غلام تھا اور ذات کا موچی تھا - اس نے گجرات کے زمینداروں اور اہلکاروں سے ساز باز کر کے ملک مظفّر کا مال لوٹ لیا اور اسے قتل کر ڈالا - پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر کھمبایت جا پہونچا - وہاں خوب لوٹ مار کی - اس کی جماعت میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے - ان سب کو لے کر وہ کھمبایت سے نکلا تو بھروچ چلا گیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا - بادشاہ نے یہ خبریں سنیں تو خداوند زادہ قوام‌الدین شیخ برہان‌الدین اور ملک جوہر کو کچھ فوج دے کر دیو گڑھ میں اپنا نائب بنایا اور عمادالملک سرتیز کو ان امیران صدہ کے تعاقب میں دوڑایا جو دیو گڑھ سے بھاگ کر بیدر کی طرف چلے گئے تھے - پھر خود جلد جلد بھروچ کی جانب چلا -

سلطان محمد اب چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گیا تھا - ہر طرف مخالفتیں کھڑی ہو رہی تھیں ' شورشیں مچ رہی تھیں ' قحط بھی پڑ رہا تھا ' اس پر طرّہ یہ کہ لشکر میں بے چینی پھیلنے لگی تھی - ایسی حالت میں وہ دیو گڑھ سے بھروچ کی طرف روانہ ہوا - دو ایک منزل چلا تھا کہ ضیاالدینؒ برنی نمودار ہو گیا - وہ دہلی سے ملک کبیر اور ملک فیروز کے پیغام لے کر دیو گڑھ کی فتح پر ان دونوں کی طرف سے مبارکباد دینے آیا تھا - ضیاالدین برنی کا قول ہے کہ بادشاہ نے مجھ پر بڑی نوازش کی - کیا نوازش کی ؟ اور ضیاالدین برنی کو کیا دیا ؟ کچھ پتہ نہیں چلتا - معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ ضیاالدین برنی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آیا - کچھ دیا دلایا نہیں - ورنہ شاہی عطیوں کو ضیاالدین برنی چھپانے والا نہ تھا - تاریخ میں ان کا ذکر آہی جاتا ہے - اور دینے دلانے کا موقع ہی نہ تھا - بادشاہ تو فکروں میں ڈوبا ہوا تھا - اس کا دل پھوڑا ہو رہا تھا - برنی کو دیکھتے ہی بولا " ضیاالدین - تم دیکھتے ہو یہ حرام خوار امیران صدہ کیسے

جری هو گئے هیں ؟ ان کی همتیں کتنی بڑھ گئی هیں - فساد برپا کرنے پر دیکھو - یہ لوگ بےطرح تُلے هوئے هیں - میں جوں توں کرکے ایک طرف کی شورشیں دفع کرتا هوں تو جھٹ دوسری طرف سے نئی شورشیں پیدا کر دیتے هیں - میں سوچتا هوں که دیو گڑھ ' گجرات اور بھروچ کے کل امیران صدہ کو ایک دم هی قتل کرا دیتا تو شاید ان پریشانیوں سے بچ جاتا - طاغی نمک حرام تو میرا غلام هے - میں چاهتا تو کچھ بات نہ تھی اس کا نام نشان بھی نہ چھوڑتا - چاهتا جلا وطن کر دیتا اور چاهتا تو شاہ عدن کے حوالے کر دیتا - دیکھو! اس وقت وہ مجھے کیسا پریشان کر رها هے " -

بادشاہ کی یہ باتیں ضیاالدین برنی سنتا رہا ' اور اندر هی اندر جلتا رها - اس کا دل سلطان سے صاف نہ تھا اور وہ اُس کے غصے سے ڈرتا تھا ورنہ پھر کہہ دیتا کہ آپ سے اب سلطنت نہیں هوسکتی - کسی اور کو سونپ دیجئے - یہ بات ضیاالدین برنی پہلے بھی کہہ چکا تھا - اب کے وہ خاموش رہا اور بادشاہ کی بات کا جواب بھی نہ دیا -

بادشاہ بھروچ کی طرف تیزی سے بڑھتا رها - یہاں تک کہ وهاں بھروچ جا پہونچا اور دریائے نربدا کے کنارے اپنا ڈیرہ ڈال دیا - طاغی لٹیروں کو اپنے ساتھ لئے بھروچ میں پھر رها تھا - اسے سلطان کی خبر ملی تو بھروچ سے کھمبایت کی طرف بھاگ گیا - بادشاہ نے ملک یوسف بغرا کو اس کے تعاقب میں دوڑایا - یوسف بغرا نے کھمبایت کے قریب اسے جالیا - وهاں دونوں میں جنگ هوئی ' لیکن ملک یوسف مارا گیا اس کے ساتھی بھی مارے گئے - جو باقی بچے وہ بھاگ کر بادشاہ کے پاس آئے - بادشاہ پیچ و تاب کھاتا کھمبایت کی طرف چلا - طاغی کھمبایت سے بھاگ کر اساول چلا گیا - بادشاہ بھی کھمبایت سے نکل کر اساول کی طرف چلنے لگا - طاغی کو یہ خبر لگی کہ بادشاہ تعاقب میں اساول کی طرف آ رها هے تو اُس نے اساول کو چھوڑ نہر والے کا رخ کر لیا - بادشاہ اساول هی کی سمت بڑھتا رها ' اور وهاں پہونچا تو بارش شروع هو گئی اور مہینہ بھر تک هوتی رهی - بادشاہ ٹھہرا رها - اتنے میں خبر ملی کہ طاغی نہر والے سے اساول کو لوٹ آیا هے - اور اساول کی گڑھی میں ڈیرہ ڈالے جنگ کی تیاریاں کر رها هے - یہ سنتے هی بادشاہ گڑھی کی طرف روانہ هوا - اس وقت تک بارش کا سلسلہ جاری تھا مگر بادشاہ نے ذرا بھی پرواہ نہ کی ' برستے هی میں چل پڑا - گڑھی پہونچا

اور طاغی کو جا لیا - وہ مقابلے پر آمادہ ہوگیا - لڑائی ٹھن گئی - طاغی نے خوب شراب پی اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلائی - شراب سے مست ہو ہو کر وہ اور اس کے ساتھی جی توڑ کر لڑے مگر شاہی ہاتھیوں سے زور نہ ہو سکے - شکست کھا کر نہروالہ کی سمت بھاگ گئے کوئی پانچ سو آدمی پیچھے رہ گئے تھے وہ گرفتار ہوئے اور قتل کئے گئے -

طاغی بھاگ گیا - بادشاہ نے ملک یوسف بغرا کے بیٹے کو فوج دے کر اُس کے تعاقب میں نہر والے دوڑایا - چلتے چلتے رات ہو گئی تو یوسف بغرا کا بیٹا راستے میں ٹھہر گیا - طاغی بہت تیزی سے چلتا رہا - راتوں رات نہر والے پہونچا اور وہاں سے اپنا کل سامان لے کر پھر روانہ ہوا اور کچھ ہوتا ہوا کنتھ کی طرف نکل گیا - وہاں چند روز ٹھہرا پھر کرنال کا رخ کیا - کرنال کے راجہ سے اُس نے ساز باز کرلی اور اسی کی مدد سے ٹھٹھے اور دمریلے کی طرف چلا گیا -

پیچھے سے بادشاہ خود بھی روانہ ہو کر نہروالہ پہونچا - لیکن اُس کے پہونچنے سے تین روز پہلے ہی طاغی نہر والہ چھوڑ چکا تھا - بادشاہ وہیں ٹھہر گیا اور وہاں اس نے ایک دربار کیا جس میں اس طرف کے سب سردار اور اہلکار حاضر ہوئے - منڈل اور تیڑھی کا رانا بھی آیا - طاغی کے بعض ساتھیوں کو جو اس کے علاقے میں آگئے تھے رانا نے قتل کر دیا تھا - ان کے سر اسے نے بادشاہ کے دربار میں حاضر کئے - بادشاہ بہت خوش ہوا ' اور رانا کو بہت سا انعام دیا -

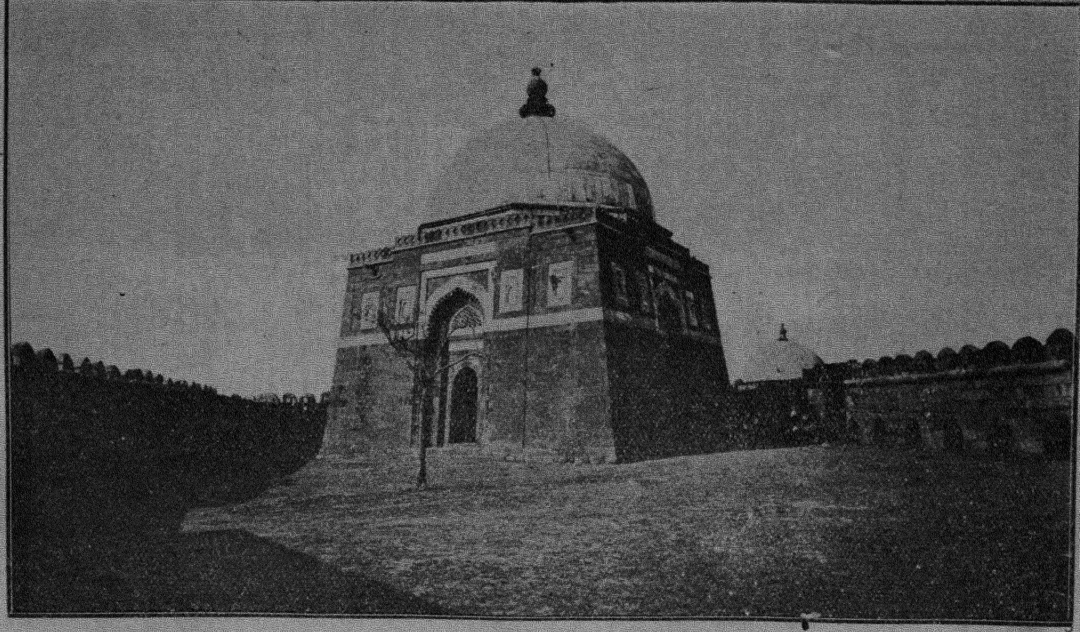
ابھی بادشاہ نہروالہ میں دربار کر رہا تھا کہ دیو گڑہ سے یہ خبر آئی کہ دکن کے امیرانِ صدہ جنھیں پہلے شاہی فوجوں نے پسپا کر دیا تھا اب پھر مستعد ہوگئے ہیں - حسن گنگو کو اپنا سردار بنا لیا ہے اور عمادالملک مشیر سلطان کو انھوں نے قتل کر دیا ہے - باقی افسروں کو خداوند زادہ قوام الدین اور ملک جوہر وغیرہ کو انھوں نے مالوے کی طرف نکال دیا ہے - حسن گنگو نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے اور اس نے سلطان علاءالدین کا لقب اختیار کر لیا ہے - اِدھر اُدھر کے باغی جو اب تک بادشاہ کے خوف سے چھپتے پھرتے تھے بےباکی کے ساتھ حسن گنگو سے جا ملے ہیں -

یہ سنتے ہی بادشاہ کے پیروں سے زمین نکل گئی - اس کے چہرے پر زردی سی چھا گئی - مگر اس نے ہمت نہ ہاری - سوچا کہ یہ ساری شورش

جو مسلسل چلی آتی ہے اُس سیاست کی وجہ سے ہے جو میں نے نہر والے میں چند روز ٹھہر کر کی ہے - یہ سوچ کر اس نے سیاست سے ہاتھ اُٹھا لیا - یہ ضیاالدین برنی کا بیان ہے - یہی اس کا مشورہ تھا - بادشاہ نے اس پر بھی عمل کر لیا - سزایں دینی چھوڑ دیں -

لیکن ہمارے نزدیک بادشاہ نے مصلحتاً اس وقت ایسا اعلان کر دیا - دراصل پہلے کی سی خونریزی اب نہ کرتا تھا - بغاوتوں کے دوران میں جب کہ وہ خود مارا مارا پھر رہا تھا اور دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا تھا پہلے کی سی سیاست - سختی اور خونریزی کا موقع بھی کیا تھا ؟ پریشانیاں بڑھ رہی تھیں - اُس وقت بادشاہ نے ضیاالدین برنی کو بلایا اور اپنے دل کا حال اُس سے یوں کہا " میری سلطنت کو طرح طرح کے روگ لگ گئے ہیں - جب کسی ایک روگ کا میں علاج کرتا ہوں اور وہ ذرا گھٹنا شروع ہوتا ہے تو دوسرا روگ زور پکڑ جاتا ہے - تم نے تاریخ کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں - تمہارا کیا خیال ہے ؟ مجھے کیا کرنا چاہیے ؟ " ضیاالدین برنی نے جواب دیا " میں نے تاریخ کی کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ جب بادشاہ سے رعایا متنفر ہو جائے اور بغاوتیں شروع ہو جائیں تو اُس وقت بادشاہ کو چاہیے کہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں میں سے جس کسی کو قابل دیکھے اپنا قائم مقام بنا دے اور بادشاہت کسی دوسرے کے حوالے نہ کر سکے تو کم سے کم ان باتوں کو چھوڑ دے جن کی وجہ سے رعایا کے دل میں نفرت پیدا ہوگئی ہے " - بادشاہ نے کہا " میرا ایسا کوئی بیٹا نہیں جو میرا قائم مقام بن سکے ، رہ گئی سیاست تو وہ میں چھوڑونگا نہیں - جو ہونا ہوگا ہو کر رہیگا " -

یہ کہہ کر بادشاہ دیو گڑھ کا فساد دور کرنے کی فکر کرنے لگا - ملک فیروز ، خواجہ جہاں ، ملک غزنین ، اور صدر جہاں وغیرہ کو اور ملک افیعہ مع فوجوں کے دھلی سے طلب کیا - لیکن جب تک وہ دھلی سے آئیں آئیں دکن سے یہ خبریں آنے لگیں کہ حسن گنگو کے گرد بڑی جمیعت ہوگئی ہے اور اس کی طاقت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے - حالت دگر گوں دیکھی تو بادشاہ کی رائے بدل گئی - وہ دھلی کے سرداروں کو بلا چکا تھا لیکن انھیں بلا کر اب حسن گنگو کے خلاف بھیجنا مناسب نہ سمجھا - اندیشہ تھا کہ وہاں پہونچ کر اُن میں نفاق نہ ہو جائے اور وہ دشمنوں سے ساز باز نہ کر لیں ، اور مغلوب نہ ہو جائیں - اس لئے بادشاہ نے بڑھ کر پہلے گجرات کی مہم کو سَر کرنے کا



باپ بیٹے کا مقبرہ

ارادہ کر لیا - سوچا کہ اب تو سارا لشکر گجرات میں لگادوں ' یہاں کامیابی ہوگئی تو پھر خود ہی جاکر حسن گنگو کی خبر لونگا -

اس کا یہ خیال ایک حد تک درست تھا - سرداروں میں سے ایک بھی ایسا باقی نہ رہا جو بادشاہ کی جگہہ کام کرسکتا - جو بادشاہ کے بغیر دشمنوں کے مقابلے پر جما رہتا - سارے لشکر کو یکسو کرکے لڑاتا اور رن جیت لیتا - یہ فکریں سلطان محمد کو کھائے جاتی تھیں - یہی فکریں اس کو دبھوئي اور بڑودہ کے امیران صدہ کی بغاوت کے وقت درپیش تھیں - اُس وقت بھی اُس نے خود ہی اُن کے مقابلے پر جانے کا ارادہ کیا تھا - اگرچہ قتلغ خاں گجرات کی مہم پر جانے کے لئے تیار تھا لیکن بادشاہ نے اُسے نہ بھیجا - یہ اس کی غلطی بتائی جاتی ہے - مگر اس واقعے سے ظاہر ہے کہ سلطان کو اپنے سرداروں پر بھروسا نہ تھا -

غرض بادشاہ گجرات کی مہم میں ہمہ تن مصروف ہوگیا - یہ بڑا دشوار کام تھا - عرصہ لگ گیا - فرشتہ نے لکھا ہے کہ دو سال صرف ہوگئے - ضیاالدین برنی نے لکھا ہے کہ تین برساتیں متواتر گزریں - پہلی برسات منڈل اور تھڑي میں گزري - اس اثنا میں بادشاہ گجرات کے علاقوں کی اصلاح میں اور لشکر کی درستی میں برابر مشغول رہا - دوسری برسات قلعہ کرنال کے قریب گزري - کرنال کا راجہ خود سر ہو چلا تھا - شاہي فوجوں کو دیکھ کر خایف ہوگیا - چاہا کہ طاغی کو پکڑ کے بادشاہ کے حوالے کر دے - مگر ممکن نہ ہوا - طاغی کرنال سے بھاگ کر تھتھے جا پہونچا - وہاں اس نے جام کے پاس پناہ لی - بادشاہ نے کرنال پر پورا قبضہ کر لیا اور بھروسے کے نئے نئے حاکم مقرر کئے - انہیں میں ایک ہندو اہلکار مہتہ نامی महत्तव تھا - جسے بادشاہ نے کرنار کا متصرف مقرر کیا - تیسری برسات بادشاہ کو کونڈل میں گزری ' لیکن کونڈل پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ دہلی سے ملک کبیر کی سنانی آئی - بادشاہ کو ملک کبیر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا ترددات میں گھر گیا - دہلی کے متعلق نئی نئی فکریں پیدا ہوگئیں اور پایہ تخت کا انتظام درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہوگیا - اسی سبب اُس نے احمد ایاز اور ملک مقبول کی جدائی گوارا کرلی اور ان دونوں کو دہلی بھیج دیا -

بادشاہ نے ہجری سنہ ۷۵۰ اور عیسوی سنہ ۱۳۴۹ کی پوری برسات کونڈل میں گزاری - اس کی صحت میں پہلے ہی فتور آ گیا تھا - وہاں

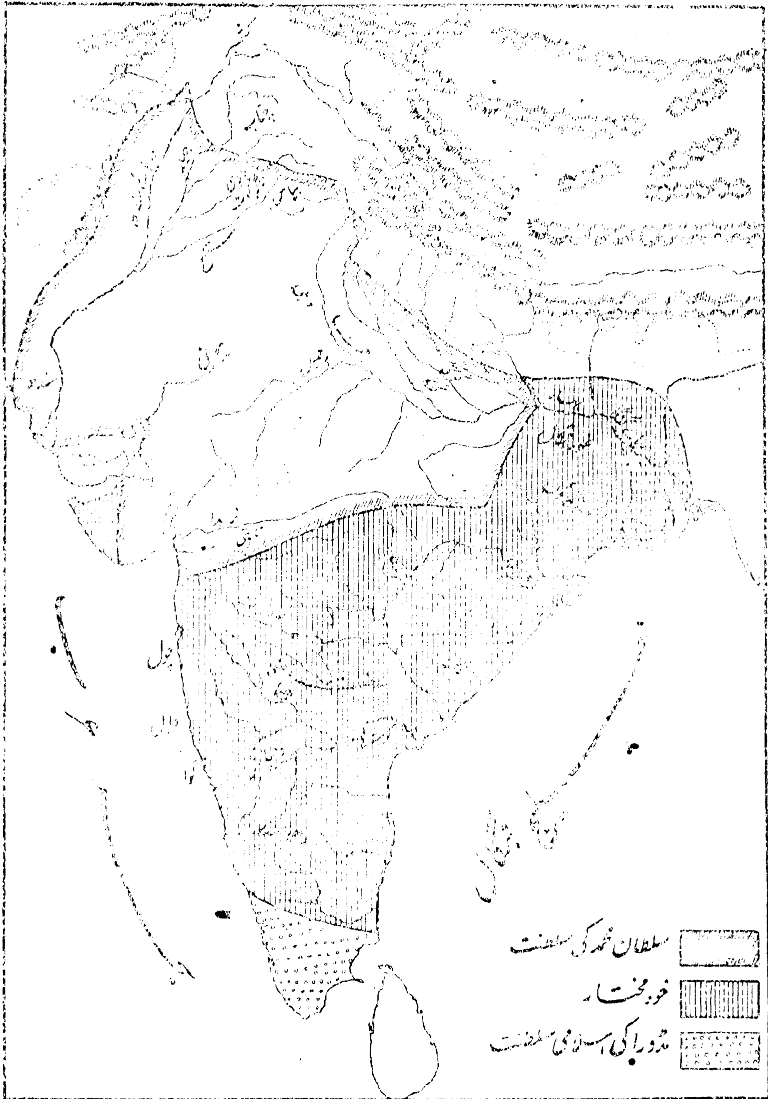
رفتہ رفتہ مرض بڑھ گیا - اس وقت اسے مددگاروں کی ضرورت ہوئی اور طاغی کی سرکوبی کے لئے فوجوں کی اور ضرورت پڑی تو اس نے دہلی کے بعض سرداروں ، عالموں ، اور صوفیوں کے نام حکم بھیج کر انہیں کونڈل میں طلب کیا - سرداروں سے اس بات کی خواهش کی کہ اپنی اپنی فوجیں لےکر آئیں - اسی وقت بادشاہ نے دیبالپور ، ملتان ، اچھ اور سیستان سے کشتیاں منگوائیں

سرداروں ، فوجوں ، اور کشتیوں کا بلانا تو سمجھ میں آتا ہے اور موقعے محل کے مناسب معلوم ہوتا ہے ، لیکن بادشاہ نے عالموں اور صوفیوں کو کونڈل میں کیوں بلایا ؟ ایسے وقت میں اُن سے کیا مطلب نکل سکتا تھا ؟ وجہ یہ تھی کہ سلطان محمد کو علمی مذاکروں اور مباحثوں کا بڑا شوق تھا اور باعمل عالموں اور خدا رس صوفیوں سے بہت اُنس تھا - ان سب کا ساتھ عرصے سے چھوٹ گیا تھا - وہ چاہتا تھا کہ انہیں پھر اپنی صحبت میں رکھے اور خاص خاص خدمتیں اُن ہی کے سپرد کرے -

غرض جن جن کو بلایا تھا وہ سب کونڈل ہی میں آ گئے - وہیں فوجیں بھی آگئیں اور کشتیاں بھی - وہیں فرغانے سے بھی کمک آئی - التون بہادر چار پانچ ہزار مغلوں کی فوج لےکر حاضر ہوگیا ، اس وقت بادشاہ کے دل کو قرار سا ہوا - طبیعت بھی سنبھل گئی - اب اس نے روانگی کا ارادہ کیا - لشکر کو لےکر بڑے ساز و سامان کے ساتھ کونڈل سے روانہ ہوا اور دریائے سندھ کو عبور کرکے ٹھٹھے کی طرف چلا -

مقصد اس سفر کا طاغی کو گرفتار کرنا تھا - کیوں کہ وہ ٹھٹھے کے سُمیروں کے پاس جا پہونچا تھا - فرشتہ نے لکھا ہے کہ سمیروں نے طاغی کو پناہ دےکر اپنے علاقے میں چھپا لیا تھا - بادشاہ کا سر کچلنے اور طاغی کو گرفتار کرنے کی غرض سے ٹھٹھے کی طرف روانہ ہوا ، لیکن ابھی ٹھٹھے سے تین کوس پر تھا کہ محرم کی دسویں تاریخ آگئی - سلطان کی صحت تو خراب تھی ہی - اس پر سفر کی تکلیفیں اور بے احتیاطیاں - دسویں محرم کو اس نے روزہ رکھا - شام کو افطار کے بعد کچھ مچھلی کھائی - مچھلی بھاتی بہت تھی بے اعتدالی ہوگئی - بخار نے آ دبایا - لیکن اُس نے پرواہ بھی نہ کی - بخار ہی کی حالت میں کشتی پر سوار ہوگیا اور سفر جاری رکھا - جب ٹھٹھ چودہ کوس رہ گیا تو ذرا قیام کرنے کی غرض سے ایک منزل پر اترا - وہاں سے آگے بڑھنا اس کے نصیب میں

سلطان محمد کی سلطنت آخر میں



نہ تھا - حالت بگڑنے لگی - اکیسویں [۱] محرم کو دم دیا - مرتے وقت بڑی بے چینی اور بے قراری تھی - اُسی کرب میں سلطان نے یہ شعر کہے :—

بسے دریں جہاں چمیدیم　　بسیار نعیم و نار دیدیم

اسپان بلند بر نشتیم　　ترکان گراں بہا خریدیم

کردیم بسے نشاط آخر　　چوں قامت ماہ نو خمیدیم

ہم نے اس جہاں کی خوب سیر کی - اور باغ عالم کی بہت سی نعمتیں دیکھیں اور تکلیفیں اٹھائیں - اونچے اونچے گھوڑوں پر ہم بیٹھے - اور قیمتی قیمتی غلام ہم نے خریدے - زندگی کے لطف بھی حاصل کئے - آخر پہلی رات کے چاند کی طرح ہماری کمر جھک گئی -

---

[۱] سلطان محمد کی وفات ہجری ۷۵۲ کی اکیسویں محرم اور عیسوی ۱۳۵۱ کی بیسویں مارچ کو ہوئی -

پانچواں باب

پانچ دوروں میں پانچ قسم کے سکے

پہلا دور

عیسوی سنہ ۱۳۲۵ (ھجری سنہ ۷۲۵) سے عیسوی سنہ ۱۳۲۷ (ھجری سنہ ۷۲۷) تک اس دور میں جو سنہری تنکے دھلی کی ٹکسال سے نکل کر رائج ہوئے اُن کا نمونہ ہماری سکوں کی عکسی تصویر میں ملاحظہ فرمائیے جو صفحہ ۲۴۴-الف پر موجود ہے -

سکہ نمبر ۳۲۳ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ایک طرف '' اشھدان لاالہ الااللہ واشہدان محمد اعبدہ ورسولہ '' لکھا ہے اور دوسری طرف بیچ میں '' الواثق بتائید الرحمن محمد شاہ سلطان '' اور اسی طرف حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہے '' ضرب ھذ الدینار بحضرۃ دھلی سنہ سبع و عشرین و سبعمائۃ '' - یعنی یہ سکہ پایۂ تخت دھلی میں سنہ ۷۲۷ھ میں بنایا گیا -

چاندی کے سکے بھی اس دور میں بنے - مثال کے طور پر اس عدلی یا عادلی کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو ایک چاندی کا سکّہ تھا اور اُس پر وھی عبارت لکھی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا - اس سکّہ کی تصویر ایڈورڈ طامس کی کتاب The Chronicles of the Pathan Kings of Delhi کے صفحہ ۲۱۳ پر موجود ہے جس کا نمبر اسی کتاب میں ۱۸۰ ہے - اس قسم کے سکے سنہ ۷۲۵ھ اور ۷۲۶ھ میں جاری ہوئے تھے -

---

دوسرا دور

سنہ ۱۳۲۷ عیسوی (سنہ ۷۲۷ ھجری) سے سنہ ۱۳۲۹ عیسوی (سنہ ۷۲۹ ھجری) تک اس دور میں جو سنہری تنکے چلے اُن میں سے ایک کی تصویر ایڈورڈ طامس کی کتاب میں (جس کا ہم ابھی حوالہ دے چکے ہیں) نمبر ۱۷۷ پر بھی موجود ہے - جس کے ایک جانب ''محمد سنن خاتم النبیّن'' اور دوسری

جانب ''محمد بن تغلق شاہ'' لکھا ھے اس زمانہ میں جو چاندي کا سکہ نصفی کے نام سے جاری ھوا اس کا ذکر مذکورہ کتاب میں صفحہ ۲۵۲ پر موجود ھے -

اس کے علاوہ چاندی کے جو سکے اس زمانہ میں چلے اُن کا نمونہ سکوں کی عکسی تصویر کے نقشے میں نمبر ۳۲۹ پر ملاحظہ فرمائیے جس کے ایک ''طرف سلطان عادل'' اور دوسری طرف ''محمد بن تغلق شاہ'' لکھا ھے -

---

تیسرا دور

عیسوی سنہ ۱۳۲۹ (هجری سنہ ۷۳۰) سے عیسوی سنہ ۱۳۳۱ (هجری سنہ ۷۳۲) تک اس دور میں جو پیتل یا تانبے کے سکے رائج ھوئے ان کا نمونہ هماري کتاب کے عکسی نقشہ میں نمبر ۳۷۸ پر موجود ھے - ایڈورڈ طامس کی کتاب میں صفحہ ۲۴۹ نمبر ۱۹۵ پر اسی سکہ کا حوالہ دیا گیا ھے - اس کی ایک جانب حدیث سے ملتا جلتا یہ مضمون لکھا ھے '' من اطاع السلطان فقد اطاع الرحمن '' جس کے معنی یہ ھیں کہ جس شخص نے بادشاہ کي اطاعت کی اس نے گویا خدا کی اطاعت کی - سکے کی دوسری جانب یہ عبارت لکھی ھے - ''مهر شد تنکہ رائج در روزگار بندۂ اُمیدوار محمد تغلق '' یہ تنکہ محمد بن تغلق کے عہد میں جاري ھوا جو اللہ کا بندہ ھے اور اس کے فضل کا اُمیدوار ھے حاشیہ پر لکھا ھے '' در تختگاہ دولت‌آباد سال بر هفصدسی '' یعنی یہ سکہ پایۂ تخت دولت‌آباد کی تکسال میں سنہ ۷۳۰ھ میں بنایا گیا - ایسے ھی سکے سنہ ۷۳۰ھ سے لے کر سنہ ۷۳۲ھ تک پایۂ تخت دھلی سے بھی جاري ھوئے - جن کا ذکر ایڈورڈ طامس نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱۵ پر کیا ھے -

اس دور میں ایڈورڈ طامس نے ایک اور سکہ کا ذکر کیا ھے جس کا نام پنجاہ گانی ھے دیکھو صفحہ ۲۴۹ نمبر ۱۹۶ - اس پنجاہ گانی کی ایک جانب لکھا ھے '' مهر شد تنکہ پنجاہ گانی در روزگار بندۂ اُمیدوار محمد تغلق '' یعنی پنجاہ گانی تنکہ محمد بن تغلق کے عہد میں جاري ھوا جو خدا کا بندہ ھے اور اس کے فضل کا امیدوار ھے - دوسري جانب وھی عبارت لکھی ھے جو حدیث سے ملتی جلتی ھے یعني '' جس نے بادشاہ کی اطاعت کی اس نے گویا خدا کا حکم مانا '' اسی کے حاشیہ پر لکھا ھے '' در تختگاہ دولت‌آباد برسی یک '' یعني پایۂ تخت دولت‌آباد سے سنہ ۷۳۱ھ میں جاري ھوا -

یہ بات ظاہر ہے کہ جو سکے دھلی کی ٹکسال سے نکلے ھیں وہ دولت آباد کی ٹکسال میں بھی بنائے گئے اور جو سکے دولت آباد میں بنے وہ دھلی میں بھی بنائے گئے - (ملاحظہ ہو کتاب ایڈورڈ طامس صفحہ ۲۴۹) -

چوتھا دور

عیسوی سنہ ۱۳۳۲ (ھجری سنہ ۷۳۳) سے عیسوی سنہ ۱۳۴۳ (ھجری سنہ ۷۴۴) تک جو سنہری سکے اُن گیارہ سال میں جاری ہوئے اِن کا نمونہ عکسی نقشے میں نمبر ۳۲۱ پر دیکھئے جس پر ایک طرف لکھا ہے "فی عہد محمد بن تغلق" یعنی محمد بن تغلق کے عہد میں اور دوسری طرف قرآن شریف کی یہ آیت لکھی ہے "واللہ الغنی و انتم الفقراء" یعنی اللہ غنی ہے اور تم سب محتاج ہو - حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے "بہ حضرت دھلی سنہ ست و ثلثین و سبعمائۃ" یعنی پایۂ تخت دھلی سے سنہ ۷۳۶ھ میں جاری ہوا -

اسی دور کے اگر اور سکے دیکھنے ہوں تو عکسی تصویریں نمبر ۳۰۰ کو دیکھئے - اس پر ایک طرف لکھا ہے "ضرب فی زمن العبد الراجی رحمۃ اللہ محمد بن" اور دوسری طرف درج ہے "السلطان الشہید تغلق شاہ سنہ تسع و ثلثین و سبعمائۃ" یعنی بندۂ امیدوار ؛ بادشاہ محمد بن تغلق شاہ کے زمانہ سنہ ۷۳۹ھ میں یہ سکہ بنایا گیا ہے -

پانچواں دور

سنہ ۱۳۴۳ عیسوی (سنہ ۷۴۴ ھجری) سے شروع ہو کر سنہ ۱۳۵۱ عیسوی (سنہ ۷۵۲ ھجری) میں ختم ہوا اس آٹھ سال کے عرصہ میں سونے کے نئے سکّے بھی بنے اور چاندی اور تانبے کے بھی جن کا ذکر ایڈورڈ طامس کی کتاب میں صفحہ ۲۵۸ پر موجود ہے اور ھماری عکسی تصویر میں نمبر ۳۶۰-۳۵۹-۳۷۳ اور ۳۶۹ پر ان میں سے بعض کا حوالہ ہے - اس دور میں بہت سے سکے خلیفہ کے نام کے بھی ملتے ھیں - عکسی تصویر نمبر ۳۶۰ پر ایک جانب یہ عبارت لکھی ہے "ابوالعباس احمد" دوسری جانب "الحاکم با مراللہ سنہ ۷۴۸ھ" اس کا حوالہ ایڈورڈ طامس کی کتاب کے صفحہ ۲۶۰ نمبر ۲۱۸ پر موجود ہے

یہ سکہ تانبے کا ہے اور سنہ ۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰ اور ۷۵۱ ہجری کے آخر تک کا ملتا ہے - ہمارے اس بیان کی تائید ایڈورڈ طامس کی کتاب صفحہ ۲۶۰ سے ہوتی ہے -

یہاں یہ بات قابل بیان ہے کہ خلیفہ کے نام کے سکے بادشاہ نے خلیفہ کا فرمان پہونچنے سے پہلے ہی دھلی میں جاری کر دئے تھے ہجری ۷۴۱-۷۴۲ اور ۷۴۳ کے سکے موجود ہیں جن پر بجائے بادشاہ کے نام کے خلیفہ کا نام '' المستکفی باللہ '' درج ہے دیکھو کتاب ایڈورڈ طامس صفحہ ۲۵۷ - اس کے بعد کے سکے مستکفی باللہ کے بیٹے اور جانشین الحاکم با مراللہ ابوالعباس احمد کے نام کے ہیں جس کا حوالہ ہم اوپر دے چکے ہیں -

ہندستانی اکیڈیمی (صوبۂ متحدہ) الہ آباد
کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات۔
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی، ایم - اے ' - ایل ایل -
ایم - سی' بی - اے - مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -

۲—اُردو سروے رپورٹ—از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے - ۱ روپیہ -

۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ' ندوی - روپیہ ۴

۴—ناتن (جرمن ڈرامہ) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب -
ایم - اے ' ایم - آر ' اے - ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۵—فریب عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب'
رواں - ۲ روپیہ -

۶—کبیر صاحب - مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی - ۲ روپیہ -

۷—قرون وسطیٰ کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ' مترجمۂ منشی پریم چند -
قیمت ۳ روپیہ -

۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -

۹—ترقی زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب '
ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۳ روپیہ -

۱۰—عالم حیوانی - از بابو برجیش بہادر ' بی - اے ' ایل ایل - بی -
۶ روپیہ ۸ آنہ -

۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین' ایم - اے' پی ایچ - ڈی -
مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۲—فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد
۱ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھہ - از پروفیسر سیتا رام کوہلی، ایم - اے
قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۴—جواہر سخن - جلد اول - مرتبہ مولانا کیفی چریا کوٹی -
قیمت مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ -

۱۵—علم باغبانی - از مسٹر وصی اللہ خاں - ایل - اے - جی - قیمت
مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۶—انقلاب روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا
سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۷—چلد دکھنی پہلوان - از محمد نعیم الرحمان، ایم - اے، استاد
عربی و فارسی، الہ آباد یونی ورسٹی - قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۱۸—تاریخ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب، بی - اے (اکسن)
جامعہ ملیا اسلامیہ - دہلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ
غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹—انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ
عبداللہ یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ غیر
مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ .

۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض الحسن - ایم - اے - قیمت ۱ روپیہ -

۲۱—دیوان بیدار - از جلیل احمد قدوائی - ام - اے - قیمت مجلد ۲
روپیہ غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲—نفسیات فاسدہ - از معتضد ولی الرحمان، ایم - اے - قیمت مجلد
۸ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۸ روپیہ -

سول ایجنٹ کتابستان، الہ آباد -

پرنٹر—غلام اصغر، سٹی پریس، الہ آباد - پبلشر—ڈاکٹر تارا چند، ہندستانی اکیڈیمی - الہ آباد -